شہناز صدیق

راہ نوردِ شوق

ممانے جیسے ہی کمرے میں قدم رکھا ڈاکٹر عائش ملک کو حسب معمول فائل میں سر دیے منہمک پایا۔

"عائش بیٹا! کتنی دفعہ کہا ہے کہ ہسپتال کا کام ہسپتال میں ہی رکھا کرو مگر تم میری سنو تب نا۔" اپنے خوبرو بیٹے کی طرف دیکھتے ہوئے انہوں نے حسب عادت ٹوکا۔

"کام کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ میری پیاری مما کے لیے میرے پاس ٹائم نہیں ہے" آیئے پلیز۔"

فائل بند کرتے وہ مسکرائے اور پھر ان کا ہاتھ تھام کر قریب ہی بٹھالیا۔ وہ اندر تک نہال ہو گئیں۔

"بہت تھک جاتے ہو گے۔ اتنے بڑے ہسپتال کی ذمہ داری اکیلے سنبھالنا بھی تو بہت مشکل ہوتا ہو گا۔"

انہوں نے محبت سے ان کے ماتھے سے بال سمیٹے تو وہ تمام فائلز ایک سائیڈ پر کرتے ان کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئے۔

"میں تم سے ایک ضروری بات کرنے آئی تھی۔"

"جی کہیے، میں سن رہا ہوں۔" وہ ہمہ تن گوش ہوئے۔

"میں چاہتی ہوں کہ اب تم شادی کر لو۔ تم تو صبح و شام ہسپتال کے چکروں میں گم رہتے ہو، کبھی کبھی تو

مکمل ناول

ساری ساری رات نہیں آتے۔ پیچھے میں اتنے بڑے گھر میں بولائی بولائی پھرتی رہتی ہوں، تمہیں ماں کی تنہائی کا ذرا احساس نہیں۔"

ان کے اتنا جذباتی ہونے پر وہ حیران رہ گئے۔ پہلے کب کبھی انہوں نے اس طرح بات کی تھی۔ انہوں نے لمبا سانس ہوا میں خارج کرتے ہوئے ان کے دونوں ہاتھ تھامے۔

"میں آپ کی فیلنگز سمجھ رہا ہوں مگر پلیز آپ بھی تو میری مجبوری سمجھئے۔ ابھی تو ہسپتال کی کنسٹرکشن مکمل ہوئے کچھ ماہ ہوئے ہیں۔ ابھی بہت کام کرنے باقی ہیں اور آپ کہہ رہی ہیں کہ میں شادی کر لوں۔" مکمل تفصیل سے آگاہ کرتے ہوئے انہوں نے اپنی مصروفیت گنوائی۔

"میں کچھ نہیں جانتی، ہوتے رہیں گے سارے کام بھی ساتھ ساتھ، بہو ہر وقت تمہارے ساتھ نہیں چپکی رہے گی۔" وہ حتمی انداز میں بولیں۔

ڈاکٹر عائش ملک کے ماتھے پر پرسوچ لکیریں ابھرنے لگیں۔

"او۔ کے، آپ میری شادی کرنا چاہتی ہیں نا تو ٹھیک ہے مگر پھر میری بھی ایک شرط ہے۔" وہ کافی دیر بعد بولے۔

"ہاں، ہاں کہو...... مجھے تمہاری ہر شرط منظور ہے۔" ان کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ ان کے لیے یہ ہی بہت بڑی بات تھی کہ وہ راضی ہو گئے تھے۔

"لڑکی ڈاکٹر ہونی چاہیے اور وہ بھی ہارٹ اسپیشلسٹ۔"

وہ خاموش سی ہو گئیں۔

"کیوں، کیا ہوا؟" جب وہ کافی دیر کچھ نہ بولیں تو انہوں نے ابرو اچکاتے پوچھا۔

"لڑکی ڈاکٹر ہو، یہ تو ٹھیک ہے مگر ہارٹ اسپیشلسٹ ہو۔ کیا یہ ضروری ہے؟" وہ پرسوچ انداز میں بولیں۔

"ہاں ــــ بالکل۔"

"تم نے مجھے اچھی خاصی مشکل میں ڈال دیا ہے۔ اب کہاں سے میں اسپیشلسٹ ڈھونڈتی پھروں اور وہ بھی ہارٹ۔"

"انہوں نے اپنے ڈیشنگ ہینڈسم بیٹے پر محبت بھری نظر ڈالی اور مسکرا دیں۔

☼ ☼ ☼

"کبھی کبھی میں سوچتا ہوں کہ کاش میں اک گلاب کا پھول ہوتا، اس طرح تمہاری توجہ کے دائرے میں تو رہتا۔" وہ بہت دھیان سے گلاب کے پودوں کی تراش خراش کر رہی تھی جب بارز عباد کی آواز پر سرعت سے پلٹی۔ وہ سینے پر دونوں بازو لپیٹے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ آنکھوں میں شوق کا ایک جہان آباد تھا۔ مخصوص نرم گرم تاثر جو اسے روبرو پاتے ہی خود بخود آنکھوں میں آن سماتا، آئمہ اسد کی نظروں سے پوشیدہ نہ رہ سکا۔

"آپ۔۔!" متحیر آنکھوں میں قندیلیں روشن ہونے میں لمحہ لگا۔ چہرے پر کئی رنگ آکر ٹھہر گئے۔

"کب آئے۔۔؟" ہاتھوں سے مٹی جھاڑتے ہوئے وہ روبرو آکھڑی ہوئی۔ کیا کر رہی تھی جیسے بھول ہی گئی، یاد رہا تو مقابل استادہ وجود جو نجانے کب سے مکمل استحقاق سے اس کے دل کے سنگھاسن پر پورے طمطراق سے براجمان تھا۔

"مجھے دنیا میں آئے ڈیڑھ 2 سال ہو چکے ہیں۔" ڈارک براؤن آنکھوں کی حدت میں شرارت ناچنے لگی۔

"میرا وہ مطلب تو نہیں تھا۔" وہ خجل سی گردن جھکا گئی۔ صاف شفاف سیدھی مانگ کو دیکھتے۔ "عباد کی نظروں کی لو مزید بڑھنے لگی۔" تو پھر کیا مطلب تھا تمہارا؟"

"میں آپ کے کراچی سے آنے کی بات کر رہی ہوں۔" اس نے نگاہیں اٹھائیں بارز عباد کچھ نہیں بولا تھا۔ ہنوز جذبے لٹاتی نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ بہت دیر بعد آئمہ نے ہی پلکیں جھپکتے نظروں کو جھکایا تھا۔

"آئمہ! تم کسی دن مجھے پاگل کر کے چھوڑو گی جانتی

ہو، یہ ایک ہفتہ تمہارے بغیر میں نے کتنی مشکل سے گزارا ہے ایک ایک لمحہ، سو سو صدیوں پر محیط تھا۔" فسوں خیز بے تاب سرگوشیوں کو وہ دھیرے دھیرے اس کی سماعتوں میں انڈیل رہا تھا۔ ڈارک براؤن آنکھوں سے پھوٹتی روشنیاں اسے بہت خاص، بہت اہم ہونے کا یقین دلا رہی تھیں۔

"ارے عباد! تم کب آئے؟" سحر ٹوٹ چکا تھا، دونوں نے خود کو کمپوز کرنے میں لمحہ لگایا۔

"ابھی کچھ دیر پہلے" دونوں ہاتھوں سے بال سنوارتے اس نے نظروں کا زاویہ بدلتے ہوئے قریب آتی اریزا کی طرف دیکھا۔ "کیسا رہا تمہارا ٹور؟"

آئمہ خاموشی سے کچن کی طرف بڑھ گئی۔ ابھی اس کے من پسند لنچ کا بھی تو انتظام کرنا تھا۔

"بہت زبردست، مگر تم سب کو بہت مس کیا۔" دونوں ہی قریب پڑی کین کی چیئر پر بیٹھ گئے۔

"ہمیں یا آئمہ کو۔۔۔" اس نے مسکراتے ہوئے چھیڑا تو وہ بھی ہنس دیا۔

☼ ☼ ☼

"اپر کلاس سے تعلق رکھنے کے باوجود آپ کی سوچ اتنی دقیانوسی کیوں ہے مما! مائیں تو خود اپنے بچوں کو پرمیشن دیتی ہیں کہ وہ اپنے اندر چھپے ٹیلنٹ کو آزمائیں۔ آپ کیسی ماں ہیں جو میرے ٹیلنٹ کو دیمک لگانا چاہتی ہیں۔" وہ بدلحاظی سے بولی۔

مما کتنی دیر ساکت انداز میں اپنی نازوں پلی کو دیکھتی رہیں، جس نے پہلے کبھی اس انداز میں ان سے بات نہ کی تھی۔

"یہ تم کس لہجے میں بات کر رہی ہو اریزا، میں اور تمہارے پاپا اس فیلڈ کو اچھا نہیں سمجھتے۔ ویسے بھی اب تمہاری شادی کی عمر ہے، ٹیلنٹ آزمانے کی نہیں۔" وہ حتمی انداز میں بولیں۔

"آخر کیا برائی ہے اس فیلڈ میں۔ آج کل بہت سی اچھی فیملیز کی لڑکیاں ٹیلی ویژن میں پروگرام کر رہی ہیں۔ ان کے پیرنٹس کو تو کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔" وہ ڈھٹائی سے بولی۔

"مگر ہمیں ہے، سمجھیں تم۔" وہ سختی سے بولیں۔ "آئندہ اس بارے میں مجھ سے بات مت کرنا۔" انگلی اٹھاتے ہوئے انہوں نے دو ٹوک انداز میں کہا اور پھر اسے سنجیدگی سے گھورتی باہر کی طرف بڑھ گئیں۔ وہ وہیں صوفے پر گرنے والے انداز میں بیٹھی سر دونوں ہاتھوں میں تھامے سسکنے لگی۔ اسی وقت دستک دیتے ہوئے آئمہ اندر داخل ہوئی۔

"ارے آپ کو کیا ہوا؟" اسے روتے دیکھ کر وہ سرعت سے اس کے قریب آئی تھی۔ "کیا پھر سے مما کے ساتھ بحث ہوئی ہے؟"

"آئمہ! کیا میری خواہش اتنی بری ہے کہ جس کے لیے مجھے اتنا تڑپایا جا رہا ہے۔" بھاری آواز میں کہتے ہوئے اس نے یک لخت سر اٹھایا۔

"آپ کی خواہش بری نہیں ہے آپی! مگر مما بھی غلط نہیں ہیں۔ ساری بات ماحول کی ہے۔ ہمارے گھر

کا ماحول اس کی اجازت نہیں دیتا۔" اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ کس طرح بات کرے کہ وہ بدگمان بھی نہ ہو اور اس کا نقطہ نظر بھی سمجھ جائے۔

"ماحول انسان خود بناتا ہے اور اگر تمہیں مما غلط نہیں لگتیں تو ظاہری بات ہے میں غلط لگتی ہوں۔"

"ایسی بات نہیں ہے آپی۔"

"ایسی ہی بات ہے۔" وہ تیزی سے بولی۔

لگتا تھا اسے دوسروں سے بدگمان ہونے میں۔

"تمہارے کہنے کا جو بھی مطلب ہو مگر تم اور مما یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ مجھے اس فیلڈ میں ہر صورت جانا ہے۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے۔" وہ ضدی لہجے میں کہتی واش روم میں گھس گئی۔ آئمہ نے سر تھام لیا۔ وہ اس کے ضدی پن سے اچھی طرح واقف تھی۔

☼ ☼ ☼

دھاڑ کی آواز سے دروازہ کھلا تھا۔ آئمہ جو کسی کتاب کے مطالعے میں محو تھی' بری طرح چونکی پھر بارز کو سنجیدگی سے اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر حیران سی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"بارز کیا ہوا ہے؟ سب خیریت تو ہے؟" اس نے اسے اتنا سنجیدہ پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا اس لیے اس کا پریشان ہونا لازم تھا۔

"کیا تم نہیں جانتیں ـــــ" اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ بہت چبا چبا کر بولا۔ اس نے آہستہ سے سر نفی میں ہلا دیا۔

"میں ابھی تایا ابو کے کمرے سے آرہا ہوں ـــ"

"او" ـــ اس کی سمجھ میں سب آگیا۔ وہ کسی حد تک ایسے ردِعمل کی توقع کر رہی تھی۔ اپنے لیے اس کی دیوانگی سے اچھی طرح آگاہ جو تھی۔ "بارز میری بات سنیں ـــ"

"تم سنو ـــ" اس کی بات تیزی سے کاٹتے اس کے ہاتھ خود بخود اس کے کندھوں پر آٹھہرے۔

"تم کہیں نہیں جاؤ گی اور اس معاملے میں ہم میں مزید کوئی بات نہیں ہو گی سمجھیں۔" اس نے اپنی طرف سے بات ہی ختم کر دی۔

"لیکن بارز!"

"بس آئمہ۔" اس نے حتمی انداز میں ہاتھ اٹھایا۔

"میں اس معاملے میں بحث نہیں چاہتا۔" اس کے متذبذب چہرے پر سنجیدہ نظر ڈالتے ہوئے وہ پلٹ گیا اور وہ متاسف سی کتنی دیر وہاں کھڑی رہی۔

☼ ☼ ☼

وہ پردے برابر کرکے جیسے ہی کھڑکی کی طرف بڑھی اتنی رات کو بارز کو لان میں ٹہلتے دیکھ کر حیران رہ گئی مگر پھر کچھ سوچتے ہوئے وہ بھی لان کی طرف بڑھ گئی۔

"بارز! یہ کیا حرکت ہے' اتنی سردی میں رات کے اس پہر یہاں کیا کر رہے ہیں' اگر سردی لگ گئی تو۔" وہ فکرمندی سے گویا ہوئی جب اس نے برہم سی نظر اس کے متفکر چہرے پر ڈالی۔ اس کی آنکھوں کا خفگی بھرا تاثر آئمہ اسد کے اندر تک اتر گیا۔

"ادھر آئیں' ادھر آکر بیٹھیں۔" اس کا ہاتھ تھام کر وہ سنگی بینچ کے پاس لے آئی' وہ خاموشی سے بیٹھ گیا۔ "یہ کیا بچپنا ہے۔ میں کون سا عمر بھر کے لیے جا۔" بارز نے بہت نرمی سے اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھتے اس کا جملہ پورا ہونے سے روکا۔

"آئندہ اس طرح کی بات پھر کبھی اپنی زبان پر مت لانا۔ میں ایک دن کی جدائی برداشت نہیں کر سکتا اور کہاں اتنا عرصہ۔" وہ روٹھا روٹھا اسے کسی معصوم بچے کی طرح لگا۔

وہ بے ساختہ مسکرا دی۔ "اور پچھلے دنوں جو آپ پورا ایک ہفتہ مجھ سے دور رہے تھے وہ کیا تھا جناب۔" بہت دل کش انداز میں چھیڑ گیا۔

"تم اچھی طرح جانتی ہو کہ تایا ابو کو میں کبھی انکار نہیں کر سکتا اور ان ہی کے کام سے میں کراچی گیا تھا۔"

"تو یہ بھی تو آپ کے تایا ابو کی ہی خواہش ہے۔" وہ اسے اصل پوائنٹ پر لے ہی آئی۔

"مجھے تمہارے اسپیشلائزیشن کرنے پر اعتراض نہیں ہے آئمہ! بلکہ خود سے دور جانے پر اعتراض ہے۔" پھر وہ اک آس سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ "کیوں تم مجھ سے اتنا دور جانا چاہتی ہو۔ کیا رہ لو گی میرے بغیر؟" اور یہ وہ سوال تھا جو وہ چاہتی تھی کہ بارز اس سے کبھی نہ پوچھتا اسے اپنے ضبط کی طنابیں ٹوٹتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ اس نے سر جھکا لیا۔

"جب تم خود بھی مجھ سے دور نہیں رہ سکتیں تو پھر کیوں۔" وہ افسردگی سے بولا۔

"میں اپنے پاپا کی خواہش پوری کرنا چاہتی ہوں بارز! پلیز مجھے کمزور مت کریں۔ مجھ سے دور رہنا جتنا آپ کے لیے مشکل ہے اتنا میرے لیے بھی کٹھن ہے مگر میں اپنے پاپا کو ایک دفعہ پھر سے مایوس ہوتے نہیں دیکھ سکتی۔ پلیز آپ مجھے سمجھنے کی کوشش کریں۔"

وہ نظریں چراتے ہوئے بے وجہ ہی ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

"بارز! مجھے آپ بھی بہت عزیز ہیں اور پاپا بھی۔ آپ مجھے اجازت نہیں دیں گے تو میں نہیں جاؤں گی مگر پھر میں ساری زندگی خود سے نظریں نہیں ملا پاؤں گی۔ جب جب پاپا کو دیکھوں گی پچھتاووں کے ناگ ڈستے رہیں گے۔"

اس نے یک لخت سرخ نظریں اٹھائیں۔

"کب تک جا رہی ہو؟" بہت دیر بعد اس کے ہونٹوں نے جنبش کی۔ آواز اتنی مدھم تھی کہ وہ بمشکل سن پائی۔

"اگلے ہفتے۔" وہ اس کے چہرے پر نظریں جمائے ہی بولی جو اتنا سرخ تھا کہ اسے لگا ابھی خون چھلک پڑے گا۔ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ جب وہ اپنی برداشت کو حد سے زیادہ آزماتا تھا تو اس کا چہرہ اسی طرح سرخ ہو جایا کرتا تھا۔

اس کے اندر ہونے والی جنگ سے بھی وہ بے خبر نہیں تھی مگر لاکھ چاہنے کے باوجود بھی کچھ نہیں کر سکتی تھی۔

"بہت سردی ہے' چلو اندر چلتے ہیں۔" اس کی سوچوں کے تسلسل کو بارز کی آواز نے توڑا تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"بارز ـــ" بڑھتے قدموں کو روک کر اس نے آہستہ سے گردن موڑ کر اس کی طرف دیکھا۔

"ناراض تو نہیں ہیں۔" وہ اک آس سے پوچھ رہی تھی۔ اس نے لمبا سانس ہوا میں خارج کیا اور پھر دھیرے سے مسکراتے ہوئے نفی میں گردن ہلا دی۔ ایک بہت بڑا بوجھ تھا جو اسے سرکتا ہوا محسوس ہوا۔

☼ ☼ ☼

آئمہ اسد نے تیاری مکمل کرنے کے بعد آخری نظر قد آدم آئینے میں چمکتے دمکتے اپنے وجود پر ڈالی اور پھر مطمئن ہوتی بالوں کو برش کرنے لگی۔ اس کے جانے سے پہلے مما نے ایک چھوٹی سی پارٹی ارینج کی تھی۔

اس کی تمام فرینڈز اسے باربی ڈول کہہ کر پکارتی تھیں۔ گلابی رنگت اور نیلی آنکھوں والی آئمہ اسد سچ مچ کسی باربی ڈول سے کم نہ تھی۔

اسی وقت مما اندر داخل ہوئیں' اسے دیکھتے ہی ان کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ اتنی معصومیت' اتنی دلکشی' انہوں نے بے ساختہ نظروں ہی نظروں میں اس کی نظر اتاری۔ پھر اس کی جھنجلائی صورت دیکھتے ہوئے وہ بے اختیار مسکرائیں۔

"کیا ہوا ـــ منہ کیوں بنا رکھا ہے؟" قریب آتے انہوں نے نرمی سے اس کے ہاتھ سے دوپٹہ تھاما اور پھر اسے فولڈ کرتے اس کے ایک کندھے پر سیٹ کر دیا۔

پھر ڈریسنگ ٹیبل پر جھک کر کاجل کی ڈبی اٹھاتے اس کے کان کے پیچھے ٹیکا لگا دیا۔ اپنی سادگی اور تابعداری کی وجہ سے وہ ہمیشہ اریزا اسد سے نمبر لے جاتی تھی۔

"جلدی سے نیچے آجاؤ۔ مہمان ویٹ کر رہے ہیں ـــ" محبت بھری نظر ڈالتے وہ پلٹ گئیں تو وہ ایک دفعہ پھر سے خود کو آئینے میں دیکھنے لگی۔

بارز کسی کام سے اندر آیا تھا آئمہ اسد کو سج سج سیڑھیاں اترتے دیکھ کر وہیں ٹھٹک کر رک گیا۔ آخری سیڑھی پر پہنچ کر آئمہ کی جیسے ہی نظر اس کے مبہوت

انداز پر بڑی وہ جھینپتی ہوئی نظریں جھکا گئی ان آنکھوں کے والہانہ تیور اس سے مخفی تو نہیں تھے اور اس ارتکاز کو وہ اچھی طرح سمجھ رہی تھی پہلے بھلا کب وہ ایسے روپ میں اس کے سامنے آئی تھی۔ جھجک اور شرم ایک فطری سا عمل تھا۔ وہ ان آنکھوں کے حصار سے ہمیشہ ہار جاتی تھی اس وقت بھی نروس ہوتی بے وجہ انگلیاں چٹخانے لگی۔

"پلیز بارز۔۔۔!" وہ ہلکا سا منمنائی۔ وہ چونکا ضرور تھا مگر دیکھنے کے انداز میں رتی برابر فرق نہ آیا۔ قدم قدم اس کی طرف بڑھتے وہ ہر چیز فراموش کر چکا تھا حتیٰ کہ خود کو بھی۔

"بارز! تمہیں بابا بلا رہے ہیں۔" وہ جیسے ہی اس کے مقابل آکر کھڑا ہوا اریزا اسد کی پرزور پکار پر پہلے چونکا اور پھر ایک عدد زبردست گھوری سے اسے نوازا۔

"تمہیں ہماری جاسوسی کے علاوہ بھی کوئی کام ہے؟" اس کی بے وقت کی انٹری اسے اچھی خاصی کوفت میں مبتلا کر گئی۔

وہ کھلکھلاتی ہوئی ان کے قریب آئی۔

"آئم سوری گائز' نہ چاہتے ہوئے بھی میں اکثر غلط ٹائم پر انٹری دے دیتی ہوں مگر اس دفعہ میرا کوئی قصور نہیں ہے' میں تو پاپا کا میسج لے کر آئی ہوں۔" وہ افسوس سے گردن نفی میں ہلاتے ہوئے بولی جبکہ آنکھوں میں بھرپور شرارت تھی۔

"وہ۔۔۔ وہ آپی میں تو آ ہی رہی تھی۔" آئمہ ہکلا کر رہ گئی۔

"بھئی تمہیں اب کسی کی آنکھیں چھوڑیں گی تو تم آؤ گی نا اور ویسے بھی آج لگ بھی غضب کی رہی ہو۔" اس نے آنکھیں ہنہناتے ہوئے کہا تو آئمہ بوکھلاتے ہوئے باہر کی طرف دوڑی جبکہ عباد کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس کے سر پر کوئی چیز ہی مار دیتا جو اس وقت واقعی کسی ولن سے کم نہیں لگ رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

وہ ابھی کپڑے تبدیل کرنے کے بارے میں سوچ ہی رہی تھی جب اس کے موبائل پر میسج ٹون بجی۔

"میں چھت پر تمہارا ویٹ کر رہا ہوں۔"

"اس وقت۔۔۔" میسج پڑھنے کے بعد اس نے وال کلاک کی طرف دیکھا جو رات کا ایک بجا رہا تھا۔ اس وقت اسے مجھ سے کیا کام ہو سکتا ہے' وہ الجھتی ہوئی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔ آہستہ آہستہ سیڑھیاں چڑھتے جیسے ہی وہ آخری زینے پر پہنچی بارز کو گرل سے ٹیک لگائے محو انتظار پایا۔

"کیا بات ہے' اس وقت کیوں بلایا ہے سب خیریت تو ہے؟" اس نے پہنچتے ہی پوچھا۔ وہ دھیرے سے مسکرایا۔ اور نرمی سے اس کی کلائی تھام لی۔

"اپنی آنکھیں بند کرو۔" اس انوکھی فرمائش پر وہ الجھی۔

"کیا مجھ پر اعتبار نہیں؟" اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اس نے نرمی سے پوچھا۔ وہ چند پل اس کی آنکھوں میں دیکھتی رہی' جہاں اس کا عکس نمایاں تھا اور پھر آہستہ سے آنکھیں بند کر لیں۔

"اعتبار کا شکریہ۔" اسے کندھوں سے تھامتے ہوئے وہ چند قدم چلا اور پھر ایک جگہ لا کر چھوڑ دیا۔

"اب تم آنکھیں کھول سکتی ہو۔" اس نے ہولے سے آنکھیں کھولیں۔۔۔ اور پھر حیران رہ گئی۔

"بارز یہ' یہ سب یہ' پوری چھت کو حیرت سے دیکھتے اس نے بارز کی طرف دیکھا جو سینے پر ہاتھ باندھے مسکرا رہا تھا۔

"اوہ مائی گاڈ۔" اپنے قدموں کے نیچے دیکھنے کے بعد اس نے ایک دفعہ پھر سے پوری چھت کو دیکھا حیرانی' ستائش' بے یقینی' اشتیاق کیا کچھ نہ تھا اس کی آنکھوں میں۔ اس نے بے اختیار پاؤں کو جوتی سے آزاد کیا۔ اس کے پیروں کے نیچے پھولوں کی پتیوں سے بنا ایک بہت بڑا دل تھا۔ دل کے اوپر سے ہی پھولوں کی پتیوں سے چھپی راہداری بنائی گئی تھی جس کے دونوں اطراف ننھے منے دیے روشن تھے۔ راہداری سیدھی سامنے رنگ برنگے پھولوں سے سجے جھولے تک جا رہی تھی۔ جھولے کے دائیں طرف چھوٹا پھر بڑا پھر

اس سے بھی بڑا تین عدد شمع دان سجائے ان میں چھوٹی اور بڑی مختلف رنگوں کی شمعیں جلائی گئی تھیں۔ بائیں طرف تین عدد بجے رکھنے کے بعد ان کے سامنے تین بڑے باؤلز کو پانی سے بھر کر رکھا گیا تھا جن میں گلاب کی پتیوں کے علاوہ منی منی کینڈلز روشن تھیں۔ جھولے کے پیچھے لگا سفید باریک پردہ جو ہوا سے ہلتے ہوئے اس ماحول کو مزید سحر زدہ سا بنا رہا تھا۔ وہ اس ماحول میں ایسی کھوئی کہ پلکیں تک جھپکنا بھول گئی۔

"بارز! یہ' یہ سب آپ نے میرے لیے کیا۔" اس نے اس سحر زدہ پر طلسم ماحول سے بمشکل اپنی نظروں کو ہٹاتے بارز عباد کی طرف دیکھا۔ اس نے دھیما سا مسکراتے سر اثبات میں ہلا دیا۔ نظریں ہنوز اس کے چہرے پر جمی رہیں' جس پر کئی رنگ آ کر ٹھہر چکے تھے۔

اسے یہ سب کچھ اک حسین خواب کی طرح لگا۔ ذرا سی بے احتیاطی سے جیسے آنکھ کھلنے کا ڈر ہو۔ بہت نرمی سے اس نے پھولوں بھری راہداری پہ چلنا چاہا تھا۔ جب عباد نے اس کی کلائی تھامی متعجب نظریں سرعت سے اٹھی تھیں۔

"ابھی نہیں۔" اس کے چہرے پر نظر ڈالتے وہ اس کے قدموں میں جھکا۔ آئمہ کی آنکھیں مزید متحیر ہوئیں۔ اس نے ایک نظر اس کے موتی گلابی پاؤں پر ڈالی اور دوسری اس کے حیران چہرے پر پھر مسکراتے ہوئے اپنی جیب سے چھوٹے چھوٹے دل والی وائٹ گولڈ کی پازیب نکال کر بہت احتیاط سے اس کے پاؤں میں پہنا دیں۔

"ہوں۔۔۔ اب چلو۔" اٹھتے ہوئے بولا۔ اس کا ہاتھ تھام کر چلتے ہوئے اس کی نظر متعدد بار اپنے پاؤں کی طرف اٹھ چکی تھی' جن میں نفیس سی پازیبیں بہت بھلی لگ رہی تھیں۔ جھولے کے قریب آتے ہی عباد نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا تھا۔ وہ اک خواب کے عالم میں بیٹھ گئی۔ جھولے پر وزن پڑتے ہی جھولے نے آہستہ سے حرکت کی اور پھر بے شمار پھولوں کی بارش میں جیسے وہ نہا سی گئی۔

"اوہ مائی گاڈ۔۔۔" اس کے ہونٹ بے پناہ خوشی کے احساس سے خود بخود مسکرانے لگے۔ اوپر کی طرف دیکھتے ہوئے جیسے وہ سارے پھول دونوں ہاتھوں میں سمیٹ لینا چاہتی تھی۔

نیلی آنکھوں کی چمک میں کئی گنا اضافہ ہو چکا تھا۔

"آئی کانٹ بلیو اس بارز کہ یہ سب آپ نے میرے لیے کیا۔" اس کی آواز بھرپور خوشی سے کپکپا سی گئی۔

عباد اس کے قریب ہی جھولے پر ٹک گیا۔

"یہ تو کچھ بھی نہیں ہے آئمہ! تمہارے لیے میں کچھ بھی کر سکتا ہوں' کچھ بھی' کیونکہ تم میرے لیے بہت اسپیشل ہو۔" وہ محبت سے لبریز آواز میں بولا تھا۔ آئمہ اسد پلکیں جھپکائے بغیر اس کی طرف دیکھتی رہی۔

"جانتی ہو جب میں تمہیں دیکھتا ہوں تو مجھے تم پر باربی ڈول کا گمان گزرتا ہے۔ کانچ کی گڑیا کا تصور ابھرتا ہے۔ اپنی شدتوں' اپنے جذبوں کے ہاتھوں مجبور ہو کر بہت بار میرا دل چاہا کہ میں تمہارے گالوں کو چھو کر ان کی نزاہت کو محسوس کروں مگر نجانے میرے دل میں یہ وہم کیوں بیٹھ گیا ہے کہ میں تمہیں چھوؤں گا تو تم ٹوٹ جاؤ گی۔" بہت بے تاب سرگوشی تھی۔ آئمہ اسد کی دراز پلکیں لرزتی ہوئی اس کے گلابی عارضوں پر سایہ فگن ہو گئیں۔

"تمہیں اللہ نے بہت فرصت سے بنایا ہے آئمہ! اور میں خوش قسمت انسان ہوں جس کی زندگی کا تم حصہ ہو۔ تمہاری صورت جتنی پیاری ہے تمہاری سیرت اس سے بھی زیادہ پیاری ہے۔" بارز عباد کی آواز جذبوں سے بوجھل ہوتی جا رہی تھی اور آئمہ اسد اپنے دل کی دھڑکن کو بآسانی سن رہی تھی جو تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھی۔

"میں نہیں جانتا کہ تمہارے بغیر یہ عرصہ کیسے گزاروں گا مگر یہ یاد رکھنا آئمہ کہ کوئی ہے جس کے لیے تمہارے بغیر ایک ایک پل کاٹنا بہت مشکل ہو گا اور جو ہر وقت تمہاری دید کی پیاس آنکھوں میں لیے رستہ تک رہا ہو گا۔ جس کے دل کی دھڑکنیں تمہیں

اور صرف تمہیں پکار رہی ہوں گی۔" آئمہ کی آنکھیں بھر آئیں۔

"اتنی محبت کرتے ہیں مجھ سے؟" اس نے پانیوں سے بھری آنکھیں اٹھائیں۔

"ہاں۔۔۔ اس سے بھی زیادہ۔ تمہارے وجود کے سامنے تو بھی کبھی میں اپنا وجود بھی فراموش کر دیتا ہوں۔" اس نے مکمل سچائی کے ساتھ اعتراف کیا۔

"میں بہت خوش قسمت ہوں بارز! نجانے کس نیکی کے عوض اللہ نے مجھے آپ کی پر خلوص محبت عطا کی۔" اس کے آنسو لڑھکتے ہوئے گالوں پر بہنے لگے۔ بارز عباد نے بہت نرمی سے انہیں اپنی پوروں پر سمیٹا تھا۔

"آج تم نے میری دیرینہ خواہش پوری کر دی ہے آئمہ! حالانکہ تمہاری آنکھوں میں آنسو میں کسی صورت برداشت نہیں کر سکتا مگر۔۔۔" وہ رکا تو آنکھیں بولنے لگیں۔ آئمہ نے نا سمجھی سے سر اٹھایا تو وہ مسکرا دیا۔

"آج مجھے یقین آ گیا ہے کہ یہ کانچ کی گڑیا میرے نرمی سے چھونے پر نہیں ٹوٹے گی۔" آنکھوں کی بڑھتی لو میں مچلتی شرارت نے اسے لمحے کے ہزارویں حصے میں پلکیں جھکانے پر مجبور کر دیا۔

"میرا خیال ہے کہ اب مجھے چلنا چاہیے۔" اس کی بولتی نظروں سے بچنے کے لیے وہ یکلخت اٹھ کھڑی ہوئی۔ جب بارز نے بہت نرمی سے اس کی کلائی تھامی تھی۔

"یہ لمحے بہت قیمتی ہیں آئمہ! انہیں یادگار رہنے دو۔"

اس دلنشیں استدعا پر وہ اپنے دل کی دھڑکنیں سنبھالتی دوبارہ بیٹھ گئی۔ خاموشی میں محو رقص۔ محبت چار سو بولنے لگی۔ دونوں ہی چاہت کی بارش میں بھیگنے لگے۔ چودھویں کے چاند کی تیز روشنی میں دو دیوانے ہاتھوں میں ہاتھ لیے بیٹھے ایک دوسرے کی دھڑکنیں سننے میں مگن تھے۔ بے خودی بھی تھی 'وارفتگی بھی۔ ہلکا ہلکا متحرک جھولا انہیں دور کسی خوابوں کے نگر کی سیر کروا رہا تھا۔ پوچھتے ہی آئمہ نے اس کے کندھے سے سر اٹھایا تھا۔ بارز عباد نے بھی اسی وقت آنکھیں کھولیں۔ دونوں کی آنکھیں محبت کے معتبر احساس سے لبریز اک تقدس کی لپیٹ میں تھیں۔ پھولوں بھری راہداری پر چلتے نجانے کس احساس کے زیر اثر اس نے پلٹ کر بارز عباد کی طرف دیکھا اور پھر دیکھتی چلی گئی۔

کوئی عہد و پیماں نہ باندھے گئے تھے مگر ان دونوں کی دھڑکنیں ایک دوسرے سے مربوط ہو چکی تھیں۔ آہستہ سے نظروں کا زاویہ بدلتے ہوئے وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔ بارز عباد کتنی دیر وہاں کھڑا محبت کے اس دلفریب مسحور کن احساس میں بھیگتا رہا۔ آج کی صبح اس کی زندگی کی حسین ترین صبح تھی۔

اور پھر وہ بارز عباد کے دل کو سونا کر کے چلی گئی۔

بہت سے دن بارز عباد کو اپنے دل کو سمجھانے میں لگے۔ اسے گئے ابھی ہفتہ بھی نہیں ہوا تھا کہ وہ اس کے لوٹنے کے دن گننے لگا۔ ہر گزرتا دن اسے صدیوں پر محیط لگنے لگا۔ بنی بندھی روٹین کے مطابق وہ صبح آفس جاتا اور پھر گھر لوٹتے ہی کمرے میں بند ہو جاتا۔ جب کبھی دل کو سمجھانا مشکل ہو جاتا تو بے ساختہ اس کی انگلیاں اس کا نمبر ڈائل کرنے لگتیں۔ اس کی آواز سنتے ہی دل پنجرے میں قید پرندے کی طرح پھڑپھڑانے لگتا تو وہ ڈائری میں رکھی اس کی تصویر کو گھنٹوں دیکھتا رہتا وہ جانتا تھا کہ آئمہ کی حالت بھی اس سے مختلف نہ ہو گی وہ بھی تو پریم دیوانی تھی۔ یہاں تو وہ سب کے درمیان تھا جبکہ وہ وہاں تنہا۔ وہ کتنے مشکل دور سے گزر رہی تھی بارز عباد کو اس کا اچھی طرح اندازہ تھا۔

☼ ☼ ☼

"آخر آپ کو اعتراض کس بات پر ہے۔ اللہ نے مجھے حسن دیا ہے تو گھر بیٹھ کر ضائع کیوں کروں۔ پلیز ممّا! آپ میری بات سمجھنے کی کوشش کیجیے۔" جھنجلاتے ہوئے آخر میں وہ منتوں پر اتر آئی۔ "میں کوئی برا رول۔۔۔ نہیں کروں گی۔ میں آپ سے پرامس کرتی ہوں۔ آپ کی عزت کا احساس ہے مجھے۔" ان کے ہاتھ تھامتے ہوئے وہ امید و بیم کی سی

کیفیت میں بولی۔

"اگر تمہیں ہماری عزت کا احساس ہوتا تو تم ایسی گھٹیا خواہش ہی نہ کرتیں۔" وہ برہم سی گویا ہوئیں۔

"کیا گھٹیا ہے اس میں بتائیں مجھے۔ سب لڑکیوں کو اس طرح کی آفرز نہیں ملا کرتیں۔ یہ تو میرے حسن کو دیکھتے۔"

"کیا حسن حسن کی رٹ لگا رکھی ہے تم نے؟" وہ درمیان میں ہی ٹوکتے ہوئے سختی سے بولیں۔

"آئمہ بھی تو خوب صورت ہے بلکہ تم سے بھی زیادہ فیاضی سے اللہ نے اسے حسن سے نوازا ہے۔ اس کے دماغ میں تو ایسا خلل نہیں آیا۔" انہوں نے غصے سے کہتے ہوئے جیسے اسے آئینہ دکھانا چاہا۔

"یہاں آئمہ کا کیا ذکر؟" وہ ناگواری سے بولی۔ سچ تھا کہ حسن کے معاملے میں وہ اس سے بہت آگے تھی اور یہی ایک نکتہ پوائنٹ تھا جو اریزا کو سلگانے کے لیے کافی ہوتا۔ بہت بار آئمہ کو دیکھ کر وہ سوچتی اتنا حسن اس کے کس کام کا ہے۔ محبت تو اسے عام شکل و صورت کے بارز عباد سے ہی ہوئی تھی۔ اگرچہ یہی حسن اس کے پاس ہوتا تو وہ دنیا پر چھا چکی ہوتی۔ عام شکل و صورت کی تو وہ بھی نہیں تھی مگر جہاں آئمہ اسد کی بات آ جاتی وہیں اریزا اسد کو خود میں کمی کا احساس ہوتا تھا ورنہ اس نے اپنے لیے ہر آنکھ میں ستائش ہی دیکھی تھی۔

"آپ چاہیں کچھ بھی کہہ لیں مگر مجھے اپنا خواب ہر صورت پورا کرنا ہے۔" ہٹ دھرمی سے کہتے وہ ایک جھٹکے سے اٹھی اور پھر تن فن کرتی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ جبکہ سنبل بیگم کے لیے بہت کچھ سوچنے کو چھوڑ گئی۔ آئمہ اسد جتنی کم گو 'سادہ اور فرمانبردار تھی اریزا اسد اتنی ہی ضدی 'ہٹ دھرم اور لاپروا طبیعت کی مالک تھی۔ بالآخر ایک فیصلے پر پہنچتے ہوئے وہ مطمئن ہو گئیں۔ بس انہیں اب اس معاملے میں اسد صاحب سے بات کرنی تھی۔

☼ ☼ ☼

"کھانا گرم کروں تمہارے لیے؟" وہ جیسے ہی تھکے تھکے انداز میں گھر داخل ہوئے ممّا کو جاگتے پا کر حیران رہ گئے۔

"ممّا! آپ ابھی تک سوئیں نہیں؟"

"تم جانتے ہو جب تک تم گھر نہیں آ جاتے میرا دھیان تمہاری طرف ہی لگا رہتا ہے۔" وہ خفا خفا سی بولیں تو ڈاکٹر عائش ملک کو ان پر ٹوٹ کر پیار آیا۔

"میری پیاری سی ممّا ناراض نظر آ رہی ہیں' کیا میں وجہ دریافت کر سکتا ہوں؟" لاڈ سے کہتے انہوں نے انہیں قریبی صوفے پر بٹھایا۔

"اتنا انجان بننے کی ضرورت نہیں ہے' سب کچھ جانتے ہو تم۔" انہوں نے اک برہم سی نظر ان کے پرکشش خدوخال پر ڈالتے منہ دوسری طرف پھیر لیا۔ یہ بھرپور خفگی کا اک انداز تھا۔

ڈاکٹر عائش ملک بے ساختہ مسکرا دیے۔

"ممّا! آپ سب کچھ جانتی ہیں پھر کیوں ضد کر رہی ہیں؟"

"میں ضد کر رہی ہوں یا تم بے وجہ کی ضد پر اڑے ہوئے ہو۔" وہ تیزی سے بولیں۔

"میں ضد کب کر رہا ہوں بلکہ میں تو آپ کی خواہش کو پورا کرنا چاہتا ہوں۔" ان کا انداز مضبوط اور شائستہ تھا۔

"یہ ضد نہیں تو اور کیا ہے عائش! ایک لڑکی ڈاکٹر ہو اور وہ بھی ہارٹ اسپیشلسٹ۔ اب مجھے نہیں مل رہی تو میں کیا کروں۔" وہ اچھی خاصی جھنجلائی ہوئی لگ رہی تھیں۔ "دو سال سے اوپر کا عرصہ ہو گیا ہے مجھے لڑکی ڈھونڈتے۔" وہ انہیں کافی تھکی تھکی سی لگیں۔

"ممّا! مل جائے گی۔ آپ اتنی پریشان کیوں ہو رہی ہیں۔ آپ تو ابھی سے گھبرا گئیں۔" انہوں نے نرمی سے ان کے ہاتھ تھامے تو انہوں نے دو ٹوک بات کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

"میری بات کو غور سے سنو عائش!" ان کے انداز پر وہ بے ساختہ چونکے۔

"تم بہت من مانی کر چکے ہو اب اور نہیں۔ تم دنیا کے انوکھے مصروف انسان نہیں ہو۔ اس دور میں ہر

انسان بڑی ہے مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ شادی کرنے کے لیے وہ بڑھاپے کا انتظار کرے۔ تمہاری عمر شادی کے لیے پرفیکٹ ہے۔ مصروفیت زندگی کا ایک حصہ ہے اور یہ زندگی کے ساتھ ساتھ ہی چلتی رہتی ہے۔ میں تمہارے لیے لڑکی پسند کر چکی ہوں۔ ڈاکٹر تو نہیں ہے مگر خوب صورت بے انتہا ہے۔ جیسی بہو مجھے چاہیے بالکل ویسی ہے۔ انکار کرنے سے پہلے یہ ضرور سوچ لینا کہ اس کے بعد میں اپنی زندگی میں دوبارہ کبھی اس ٹاپک پر تم سے بات نہیں کروں گی۔" وہ سنجیدگی سے بولیں تو ڈاکٹر عائش ملک کو بھی سنجیدہ ہونا پڑا۔

"لیکن مما___"

"میں کچھ سننا نہیں چاہتی عائش! لڑکی کی تصویر تمہارے کمرے میں ہے۔ بہت سوچ سمجھ کر مجھے جواب دینا۔"

مضبوطی سے کہتے وہ اٹھ کھڑی ہوئیں، جبکہ عائش کتنی دیر پر سوچ انداز میں اسی صوفے پر بیٹھے رہے پھر لمبا سانس ہوا میں خارج کرتے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔ مما نے کبھی اتنی سختی سے ان سے بات نہیں کی تھی۔ وہ مسلسل اسی بارے میں سوچے گئے۔ لاپروائی سے کوٹ صوفے پر پھینکا، جھنجلائے ہوئے انداز میں ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کی اور پھر گرنے والے انداز میں بیڈ پر بیٹھ گئے۔

ان کی طبیعت میں ٹھہراؤ تھا۔ بہت سلجھی ہوئی شخصیت اور صاف ستھری سوچ کے مالک تھے۔ بہت ترتیب سے زندگی جینے کے عادی تھے۔ بے ترتیبی، لاپروائی اور لاابالی پن سے انہیں شدید چڑ تھی۔ ان کا کمرہ بھی ان کی شخصیت کی طرح اک ترتیب اور سلجھاؤ کا منہ بولتا ثبوت تھا۔

وہ ان لوگوں میں سے تھے جو خود سے زیادہ دوسروں کی پروا کرتے ہیں۔ اس کے لیے انہیں چاہے خود کچھ بھی سہنا پڑے۔ یہ ہسپتال انہوں نے غریبوں کی مدد کے لیے بنوایا تھا۔ ان دنوں وہ آخری مراحل سے گزر رہا تھا اور اس بیچ ہی مما ان کی شادی کے لیے حساس ہوئی جا رہی تھیں۔ وہ ان کے احساسات سمجھ سکتے تھے، وہ ایک ماں تھیں اور غلط نہیں سوچ رہی تھیں۔

اچانک ہی ان کی نظر سائیڈ ٹیبل پر پڑے خاکی لفافے پر پڑی تو بے ارادہ ہی انہوں نے اسے تھام لیا اور پھر اس میں سے تصویر نکال کر دیکھنے لگے۔ اچھی خاصی خوب صورت لڑکی تھی۔ مما کی تعریف غلط نہ تھی۔

تھوڑی دیر تصویر کو دیکھنے کے بعد وہ اٹھ کھڑے ہوئے کیونکہ وہ آج کی رات مما کو پرسکون نیند دینا چاہتے تھے۔

☼ ☼ ☼

"واٹ___ آپ یہ کیا کہہ رہی ہیں" مما کی بات سن کر وہ یوں اچھلی جیسے بچھو نے ڈنک مار دیا ہو۔

"میں نے ایسا کیا کہہ دیا جو یوں بھڑک رہی ہو۔" وہ ناگواری سے بولیں۔

"مگر مما! آپ نے یہ سوچ بھی کیسے لیا کہ میں ابھی شادی کروں گی۔" اسے ابھی تک اپنی سماعت پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

"تمہیں شادی کے لیے کون کہہ رہا ہے۔ ابھی صرف انگیجمنٹ ہوگی۔" وہ بے نیازی سے بولیں تو اس کا پارہ چڑھنے لگا۔

"مگر میں اس انگیجمنٹ کے لیے تیار نہیں ہوں۔ مجھے کچھ بننا ہے۔" وہ بدتمیزی سے بولی۔

"بی ہیو یور سیلف اریزا! تم دن بہ دن بدتمیز ہوتی جا رہی ہو۔ اس لیے میں نے اور تمہارے پاپا نے یہ فیصلہ کیا ہے تاکہ تمہارے سر سے ایکٹرس بننے کا بھوت اتر جائے۔"

"پاپا کی مرضی بھی اس میں شامل ہے؟" اسے یقین نہ آیا۔ آج تک پاپا نے کبھی ان دونوں پر اپنی مرضی نہیں تھوپی تھی۔ یقین آتا بھی تو کیسے؟

"ہاں تمہارے پاپا کی مرضی بھی اس میں شامل ہے۔ لڑکے کو وہ بہت اچھی طرح جانتے ہیں۔ لوگ شریف ہیں۔ لڑکا ہارٹ سرجن ہے۔ چھوٹی سی فیملی ہے۔ ایک لڑکا اور دوسری اس کی ماں۔ تمہیں زیادہ

جھنجھٹ میں پڑنا نہیں پڑے گا۔ میں تصویر رکھ کر جا رہی ہوں۔ دیکھ لینا۔ اگر روبرو ملنا چاہو تو بھی ہمیں اعتراض نہیں۔ تمہیں ہر طرح کی آزادی دینے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تم ہماری عزت کو سر عام نیلام کرنے کا سوچو۔" وہ حتمی انداز میں بولیں۔

"لیکن مما۔"

"بس اریزا! اس معاملے میں اب میں مزید ایک لفظ نہیں سنوں گی۔" انہوں نے سختی سے کہا اور ایک سنجیدہ نظر اس کے متذبذب چہرے پر ڈالتی باہر نکل گئیں، جبکہ وہ پریشان سی بیڈ پر ٹک گئی۔

"میں ابھی شادی کیسے کر سکتی ہوں۔ میرا ایکٹرس بننے کا خواب اس کا کیا ہوگا۔ مجھے خود اس لڑکے سے بات کرنا ہوگی۔ وہ ہی اس شادی سے انکار کر دے تو اچھا ہے۔"

سوچتے ہوئے اس نے بے خیالی میں ہی تصویر پکڑ لی۔ جیسے ہی اس کی نظر تصویر پر پڑی وہ بری طرح چونکی اور پھر پلکیں جھپکائے بغیر کتنی دیر تصویر کو دیکھتی رہی۔ اس نے اپنی زندگی میں بہت سے چہرے دیکھے تھے مگر اسے خود سے اقرار کرنا پڑا کہ اتنی گریس فل پرسنالٹی اور اتنا پرکشش چہرہ اس نے آج تک نہ دیکھا تھا۔

"او مائی گاڈ___! اتنا زبردست بندہ پاپا نے میرے لیے___ میرے لیے چنا۔" کچھ لمحوں کے لیے جیسے وہ سب کچھ بھول گئی۔ "جس کی شخصیت تصویر میں اتنی شان دار ہے وہ حقیقت میں کیسے دکھتے ہوں گے۔" اس نے بے ساختہ سوچا۔ اس کا دل بہت تیز تیز دھڑک رہا تھا اور اس کی آنکھیں اس انسان کو حقیقت میں دیکھنے کے لیے بے قرار تھیں۔ اپنی بدلتی کیفیت اس کی اپنی سمجھ سے بھی بالاتر تھی۔

وہ خاموش ہو گئی___ نہ اقرار کیا اور نہ انکار۔ مما اس کی خاموشی کو رضامندی سمجھتے ہوئے منگنی کی تیاریاں کرنے لگیں۔ کچھ وقت کے لیے سہی مگر ایکٹرس بننے کا بھوت اتر چکا تھا۔ انگیجمنٹ کے موقع پر جب اس نے روبرو ڈاکٹر عائش ملک کو دیکھا تو پھر دیکھتی ہی رہ گئی۔ اسے اپنی خوش بختی پر مغرور ہونے میں لمحہ لگا تھا۔ بلیک سوٹ میں وہ کوئی یونانی دیوتا ہی لگ رہے تھے۔ انگیجمنٹ میں موجود سب لوگوں پر ان کی شخصیت کا سحر چھانے لگا۔ وہ ساحر جیسے ہی اریزا اسد کے قریب آکر بیٹھے اس کی ہتھیلیاں نم ہونے لگیں۔ اس نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ وہ بھی کسی سے پزل ہو سکتی ہے۔

"سنبل! ماشاء اللہ تم نے داماد تو کروڑوں میں ایک چنا ہے۔" کسی جاننے والی نے جیسے ہی ان کے کان میں سرگوشی کی انہوں نے تفاخر سے گردن اٹھاتے ہوئے اسٹیج کی طرف دیکھا۔ ڈاکٹر عائش ملک کی شخصیت انہیں اریزا پر چھائی ہوئی سی لگی۔

وہ ہر طرح سے اریزا اسد سے آگے تھے اس سے زیادہ بھلا ایک ماں اور کیا چاہ سکتی ہے۔ انہوں نے بے ساختہ تشکر بھرا پرسکون سانس ہوا میں خارج کیا۔

تالیوں کی گونج میں ڈاکٹر عائش ملک نے اریزا کو انگوٹھی پہنائی تھی۔ اس سارے عمل میں اس کی نظریں ان کے بالوں سے سجے سرخ و سفید ہاتھوں پر بھٹکتی رہیں۔ اسے اپنی قسمت پر رشک سا آنے لگا۔ آمنہ کے پیپرز ہو رہے تھے سو بہت چاہنے کے باوجود وہ نہ آسکی تھی۔ بارز عباد دل مسوس کر رہ گیا۔

☼ ☼ ☼

"کروں یا نہ کروں___ اچھا نہیں کرتی وہ کیا سوچیں گے۔" وہ بڑبڑائی۔ مگر پھر تھوڑی دیر کے بعد دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر وہ ان کا نمبر ملا رہی تھی۔

"ہیلو!" دلکش بھاری آواز پر اس کا دل زور سے دھڑکا تھا۔ فون تو کر لیا تھا مگر اب سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ بات کیسے کرے۔ اس نے بے ساختہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیری۔

"ہیلو کون بات کر رہا ہے۔" ایئر پیس سے دوبارہ آواز ابھری تو اس نے خود کو بولنے کے لیے تیار کیا۔

"وہ وہ میں اریزا۔" وہ بمشکل بولی۔

"اریزا آپ___!" ان کی آواز میں حیرانی واضح

محسوس کر سکتی تھی۔

"جی میں..." وہ فقط یہ ہی کہہ سکی۔ دھڑکنوں کی سرپٹ دوڑ نے اسے علیحدہ پریشان کر چھوڑا تھا اوپر سے ان کا رویہ وہ خوامخواہ جھنجلانے لگی۔

"اریزا! سب خیریت تو ہے؟" ڈاکٹر عائش ملک کے اس جملے نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ وہ اچھی خاصی تپ گئی۔ اب بھلا انہیں فون کرنے کے لیے جواز درکار تھا۔ اس کا ازلی اکھڑپن تملاتے ہوئے باہر آنے کو مچلنے لگا جسے وہ بمشکل کنٹرول کرتی سنجیدگی سے بولی۔

"میرا فون کرنا آپ کو برا لگا؟"

"نہیں... مگر میں حیران ضرور ہوا ہوں۔" وہ صاف گوئی سے بولے تھے۔

"اس میں حیران ہونے والی کون سی بات ہے بلکہ میں تو آپ کے فون کی منتظر تھی۔"

"اوتی بولڈنس..." دوسری طرف وہ چند لمحوں کے لیے جیسے خاموش سے ہو گئے۔

"آپ فون پر بات کرنے کو معیوب سمجھتے ہیں؟" ان کی خاموشی کو محسوس کرتے جیسے اس نے نتیجہ اخذ کرنا چاہا۔

"نہیں... میں فون پر بات کرنے کو معیوب نہیں سمجھتا بلکہ ضرورت پڑنے پر روبرو ملنے کو بھی غلط نہیں سمجھتا۔" انہوں نے سچائی سے اعتراف کیا۔ اریزا اسد کے تنے اعصاب ڈھیلے پڑتے گئے۔ یعنی بندہ اتنا تُف نہیں تھا، وہ آرام سے قابو کر سکتی تھی۔

"اگر میں آپ کا ہسپتال دیکھنا چاہوں تو..." اب وہ قدرے مطمئن انداز میں کہہ رہی تھی۔

"سویٹ ویلکم... مجھے خوشی ہوگی۔" اس دوران وہ پہلی بار ہلکا سا مسکرائے۔ یہ تو ان کا فیورٹ ٹاپک تھا۔

"اوکے پھر میں کل کسی ٹائم چکر لگاؤں گی۔"

"اوکے اللہ حافظ پھر کل ملاقات ہوگی۔"

ان کے کہنے پر اسے مجبوراً رابطہ منقطع کرنا پڑا ورنہ وہ ابھی لمبی چوڑی بات کے موڈ میں تھی۔

"مغرور، گھمنڈی شخص، نجانے خود کو کیا سمجھتا ہے۔ اگر اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور نہ کر دیا تو میرا نام بھی اریزا اسد نہیں۔" وہ سرتاپا سلگتے ہوئے بولی تھی۔ ڈاکٹر عائش ملک کا سرسری سا انداز گفتگو اس کے تن من میں آگ لگا گیا تھا۔ نہ کوئی دلربا سی سرگوشی، نہ اس کے حسن کی قصیدہ گوئی، نہ اگلی ملاقات پر ملنے کی بے تابی۔ وہ جتنا بھی کڑھتی کم تھا۔ پہلے کب کبھی ایسا رویہ دیکھنے کو ملا تھا۔

☼ ☼ ☼

"کیسا لگا آپ کو میرا یہ چھوٹا سا ہسپتال؟" پورا ہسپتال دکھانے کے بعد کیبن میں آتے ہی انہوں نے شائستگی سے پوچھا۔ وہ کیا جواب دیتی اس نے صحیح طرح سے کچھ دیکھا ہوتا تو کچھ کہہ پاتی۔ وہ تو گرد و پیش سے غافل ان کے وجود میں ہی گم رہی تھی۔

وہ کتنے نفیس انداز میں چلتے ہیں۔ ان کے بات کرنے کا انداز کتنا شائستہ اور دلکش ہے۔ ان کی آواز میں کتنا ٹھہراؤ اور کشش ہے۔ ان کی آنکھیں کتنی سیاہ اور روشن ہیں۔ ان کے بالوں کا اسٹائل کتنا زبردست ہے۔ ان کے سرخ و سفید چہرے پر کلین شیو کتنا سوٹ کرتا ہے، وہ جب مسکراتے ہیں تو ارد گرد اک سحر سا چھوڑ دیتے ہیں۔ آج صحیح معنوں میں اسے اپنی قسمت پر رشک آیا تھا اور ممی پاپا پر ٹوٹ کر پیار۔ جنہوں نے اس نفاست و شائستگی کے دیوتا کو اس کے لیے چنا۔

"کس سوچ میں گم ہیں؟" اس کی بے توجہی پر انہوں نے اس کے چہرے کے سامنے ہاتھ لہرایا۔ تو وہ جیسے ہوش میں آ گئی۔

"آپ کی اسمائل بہت خوب صورت ہے عائش مگر آپ اتنی کم سمائل کیوں پاس کرتے ہیں۔" کہنا کچھ چاہتی تھی مگر کہہ وہ گئی جو سوچ رہی تھی۔

وہ بری طرح چونکے اور پھر لب بھینچنے میں لمحہ لگایا ان کے بے حد سپاٹ اور سنجیدہ چہرے نے جیسے اسے اپنی غلطی کا احساس دلایا۔ وہ خجل سی مسکرا دی۔

"بہت خوب صورت ہسپتال ہے آپ کا۔" فضا کے تناؤ کو کم کرنے کی کوشش کی گئی۔ مگر پھر عائش کے ہونٹوں پر بھولے سے بھی مسکراہٹ نہ آ سکی۔ انہیں

عورتوں کی بے باکی پسند نہ تھی مگر وہ یہ اریزا اسد کو کیسے بتاتے۔

"کیا لیں گی آپ...؟" کافی دیر کے بعد وہ بولے تھے۔

"جو آپ کھلانا چاہیں۔" اس کی نظروں کی بے اختیاری انہیں کافی ناگوار گزر رہی تھی۔

"آپ کا کیبن بہت خوب صورت ہے... بالکل آپ کی طرح۔" اگلا جملہ اس نے دل میں ادا کیا۔ وہ انہیں کسی حد تک سمجھنے لگی تھی مگر اس دل کا کیا کرتی جو انہیں دیکھتے ہی بے قابو ہونے لگتا۔

"تھینک یو۔ یہ تو میری چھوٹی سسٹر ڈاکٹر ہے۔" وہ جو انٹر کام پر بات کر رہے تھے بے ساختہ چونکتے ہوئے اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

"پاپا کو ڈاکٹرز بہت پسند ہیں۔ وہ مجھے ڈاکٹر بنانا چاہتے تھے مگر میں نے انکار کر دیا۔ اتنی ٹف اسٹڈی سے تو میرے چہرے کی ساری فریش نس خراب ہو جاتی مگر آئمہ سدا کی پاپا کی فرماں بردار بیٹی۔ پاپا کی خواہش کو پورا کرنے کے لیے جت گئی۔ اب ہارٹ اسپیشلائزیشن کے لیے فارن گئی ہوئی ہے۔"

عائش بری طرح ٹھٹکے۔ اندر عجیب سی خواہش نے انگڑائی لی مگر نظر انداز کرتے ہوئے انہوں نے بے ساختہ سر جھٹکا۔

"آپ کو ڈاکٹرز کیوں نہیں پسند؟"

"میں نے یہ تو نہیں کہا کہ مجھے ڈاکٹر پسند نہیں۔ اگر مجھے ڈاکٹرز ناپسند ہوتے تو آج میں آپ کے روبرو بھی نہ بیٹھی ہوتی۔ مجھے اتنی ٹف اسٹڈی کوفت میں مبتلا کر دیتی ہے۔ اسی لیے تو میں نے فائن آرٹس رکھی تھی۔"

وہ اپنی جگہ پہ پہلو بدل کر رہ گئے۔

رات وہ مما سے کہہ رہے تھے۔

"مما! آپ جانتی ہیں کہ اریزا کی چھوٹی سسٹر اسپیشلائزیشن کے لیے فارن گئی ہوئی ہے۔"

"ہاں... تو؟" ان کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ ایسا کیوں کہہ رہے ہیں۔

"تو یہ کہ آپ میری خواہش کو اچھی طرح جانتی تھیں۔" انہوں نے خواہش پر قدرے زور دیا۔ اک جھماکا ہوا تھا اور مما کو سب یاد آ گیا۔

"مجھے بھی انگیجمنٹ کے بعد معلوم ہوا تھا اور ویسے بھی ہم نے کون سا اسے دیکھ رکھا ہے نجانے کیسی شکل و صورت کی ہوگی جبکہ اپنی اریزا تو ماشاءاللہ لاکھوں میں ایک ہے۔ تمہارے لیے لڑکی تلاش کرنے کے لیے میں بہت تھکی ہوں۔ تمہارے جوڑ کی لڑکی کا ملنا تو جیسے ناممکن تھا مگر اب اللہ کا شکر ہے کہ جوڑی تو اچھی بنی کوئی انگلی تو نہیں اٹھائے گا۔"

وہ تفاخر سے بولیں تو عائش ان کو دیکھ کر رہ گئے تھے۔

☼ ☼ ☼

آئمہ کے لوٹنے میں بہت کم وقت رہ گیا تھا۔ فون پر اس سے بات کرنے کے بعد شکیل بیگم نے اریزا کی شادی کی تاریخ طے کر دی۔ اسی دوران اریزا اسد کو ایک فلم کی آفر ہوئی۔

اس کی دوست آزلہ کے انکل ڈائریکٹر تھے۔ آزلہ کے گھر پر ہی اس کی ملاقات ان سے ہوئی تھی۔ اتنی بڑی آفر پر وہ تو ہواؤں میں اڑنے لگی۔ اسے اپنی سماعتوں پر یقین ہی نہ آیا۔ اس کے خوابوں کی تعبیر کا وقت آ گیا تھا۔ مما سے تو بات کرنا ہی فضول تھا سو اس نے عائش سے روبرو بات کرنے کا سوچا۔ اپنی خوشی میں وہ یہ بات بھی بھول گئی کہ شادی میں کتنے کم دن رہ گئے ہیں۔

وہ ان کے روبرو بیٹھی کتنی دیر سے لفظوں کو ترتیب دے رہی تھی اور ڈاکٹر عائش ملک پریشانی سے اس کے متذبذب چہرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"اریزا! سب ٹھیک تو ہے؟" خاموشی جب طویل ہو گئی تو وہ پوچھے بغیر نہ رہ سکے۔ اس نے جھکا ہوا سر اٹھایا۔

"مجھے آپ سے بہت ضروری بات کرنی ہے عائش!" انگلیوں کو مروڑتے ہوئے وہ بولی۔

"ہاں کہو میں سن رہا ہوں۔" وہ ہمہ تن گوش ہوئے

اور ساتھ حیران بھی کہ آخر ایسی کیا بات تھی کہ اس جیسی بولڈ لڑکی کشمکش میں مبتلا ہو گئی۔

"میں گھر کی چار دیواری میں گھٹ گھٹ کر مرنا نہیں چاہتی عائش! کچھ بننا چاہتی ہوں۔ شروع سے ہی مجھے ایکٹریس بننے کا شوق تھا مگر مما پاپا میری اس خواہش کے سخت خلاف تھے۔"

ڈاکٹر عائش ملک کے ماتھے پر ناگواری کی سلوٹیں ابھرنے لگیں۔ چہرہ اک تناؤ کی گرفت میں آنے لگا مگر وہ اس سے بے خبر اپنی ہی کہے گئی۔

"آج مجھے ایک فلم کی آفر ہوئی ہے۔ میں کسی صورت اس فلم کو چھوڑنا نہیں چاہتی۔ مما پاپا سے بات کرنی ہی فضول ہے۔ اسی لیے میں نے آپ سے بات کرنے کے بارے میں سوچا۔ پلیز آپ تو مجھے سمجھنے کی کوشش کیجیے۔ ایسا گولڈن چانس ہر کسی کو نہیں ملتا اور میں کسی صورت اسے مس کرنا نہیں چاہتی پلیز آپ ....."

"آپ مجھ سے کیا چاہتی ہیں؟" وہ جو دانتوں پر دانت جمائے سنجیدگی کی انتہاؤں کو چھوتے ہوئے اس کی ناقابل برداشت گفتگو سن رہے تھے۔ اس کی بات کاٹ کر بولے۔

"صرف اتنا کہ آپ مجھے پرمیشن دے دیں۔ میں شادی کے بعد یہ فلم کرنا چاہتی ہوں۔"

وہ بہت روانی سے بولی تھی۔ ڈاکٹر عائش ملک کے چہرے کے عضلات کا تناؤ بڑھنے لگا۔ لب بھینچے وہ کتنی دیر اس کی طرف دیکھتے رہے۔

"اگر میں پرمیشن نہ دوں تو.... میری سوچ بھی آپ کے مما پاپا سے مختلف ہرگز نہیں ہے۔" غصے پر قابو پانے کے باوجود ان کے لہجے کی ٹھنڈک نے اریزا کو بے ساختہ چونکنے پر مجبور کیا تھا۔

"آخر اس میں برائی کیا ہے عائش؟"

"تم مجھے یہ بتاؤ کہ اس میں اچھائی کیا ہے؟" وہ دوبدو بولے۔

اریزا اسد نے بھرائی ہوئی آنکھوں سے ان کے سرد انداز کو دیکھا اور پھر بھاگتے ہوئے کیبن سے باہر آ گئی۔ جبکہ ڈاکٹر عائش ملک نے دونوں ہاتھوں میں سر تھام لیا۔

☼ ☼ ☼

جہاز لینڈ کر چکا تھا۔ آئمہ اسد جیسے ہی ایئر پورٹ کے احاطے میں داخل ہوئی بارز عباد کو تیزی سے اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر اس نے بھی اپنے قدموں کی رفتار تیز کر دی اور پھولی ہوئی سانسوں کے ساتھ وہ ایک دوسرے کے روبرو آ کھڑے ہوئے۔ ایسا لگا جیسے ایک دوسرے کو صدیوں بعد دیکھ رہے ہوں۔

پھر بہت آہستہ سے بارز نے اس کا ہاتھ تھاما اور پارکنگ میں کھڑی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔ آئمہ کے پورے وجود کی جان جیسے اپنے ہاتھ میں آن سمائی۔ کتنا مس کیا تھا اس نے اس لمس کو کتنی بار اسے اس کی یاد نے کمزور کیا تھا مگر وہ ڈٹی رہی اپنے فیصلے پر صرف پاپا کی خاطر۔

"مجھے لگتا ہے کہ آج میں ڈرائیو نہیں کر پاؤں گا۔" وہ ابھی تک مسکرا رہا تھا۔

"کیوں....؟" وہ حیران ہوئی۔

"یہ تم خود سے پوچھو۔" براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھا گیا۔ جہاں اسے اپنا عکس واضح اور شفاف دکھائی دیا۔ اس کی پلکیں لرزی تھیں اور پھر انہیں گلابی عارضوں پر سایہ فگن ہونے میں لمحہ لگا۔ یقیناً" وہ اس کی بے خودی پر دلفریب چوٹ کر رہا تھا۔ بارز عباد نے بہت دلچسپی سے اس دلفریب منظر کو دیکھا۔

اتنا عرصہ امریکہ میں گزارنے کے باوجود بھی وہ ویسی کی ویسی تھی۔ بارز نے مسکراتے ہوئے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

☼ ☼ ☼

"واؤ.... عائش بھائی کا گھر تو بہت زبردست ہے۔" شاندار کھڑی عمارت پر طائرانہ نظر ڈالتے ہوئے اس نے بے ساختہ تعریف کی۔ بارز عباد اسے گیٹ پر اتار کر جا چکا تھا۔ وہ ستائشی نظروں سے دیکھتی اندر کی طرف

بڑھ گئی۔

ماہ پارہ بیگم فون پر کسی سے بات کر رہی تھیں۔ اتنی خوب صورت لڑکی کو پر اعتماد قدموں سے اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر حیران رہ گئیں۔ بات مختصر کرتے ہوئے انہوں نے استفہامیہ نظروں سے اس من موہنی صورت کو دیکھا۔

"السلام علیکم آنٹی!" انہیں اپنی طرف متوجہ دیکھ کر آئمہ مسکراتے ہوئے ان کے قریب آئی۔ وہ اس کے چہرے پر نظریں جمائے ہی اٹھ کھڑی ہوئیں۔ اتنی خوب صورتی، اتنی معصومیت، اتنی نزاکت جیسے وہ پلک جھپکنا تک بھول گئیں۔ انہیں خود سے اقرار کرنا ہی پڑا کہ اتنی دلکش کم سے کم انہوں نے اپنی زندگی میں نہ دیکھی تھی۔

"میں آئمہ اسد ہوں آنٹی جی.... اریزا آپی کی چھوٹی سسٹر۔" ان کی اندرونی کیفیت سے بے خبر اس نے خود ہی تعارف کا مرحلہ نبھایا۔ وہ بری طرح چونکیں اور پھر جیسے دم بخود رہ گئیں۔

"کیا ہوا آنٹی جی....؟" انہیں حیرت زدہ دیکھ کر وہ پوچھ رہی تھی۔

"کچھ نہیں...." وہ بمشکل مسکرائیں۔ "آؤ بیٹھو۔" اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے انہوں نے قریب ہی بٹھا لیا۔ اس کے ہاتھ کی نرمی کو ان کی انگلیاں بھرپور انداز سے محسوس کر رہی تھیں۔

"آنٹی جی! عائش بھائی کہاں ہیں؟" ارد گرد دیکھتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"ایکچوئلی میں آپ سے اور عائش بھائی سے ملنے آئی تھی۔" اس نے اپنی آمد کا مقصد بتایا۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں بیٹا! مگر تمہارے عائش بھائی کے آنے میں ابھی تھوڑا وقت ہے۔" ان کی نظریں ابھی بھی اس کے چہرے پر پھسل رہی تھیں۔

"کوئی بات نہیں تب تک میں آپ سے باتیں کر سکتی ہوں۔" وہ ہلکے پھلکے انداز میں مسکرائی۔

ماہ پارہ بیگم کو لگا کہ عائش کی شادی میں وہ بہت جلد بازی سے کام لے چکی ہیں۔

"میں تمہارے لیے کچھ لے کر آتی ہوں۔" وہ ایک دم اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"آنٹی! کیا آپ مجھے اپنا گھر دکھائیں گی؟" چائے پینے کے بعد اس نے کہا تو وہ مسکراتے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"یہ عائش کا کمرہ ہے۔" سارا گھر دکھانے کے بعد وہ اسے عائش کے کمرے میں لے آئیں۔ "تم اندر چلو میں ملازمہ کو لنچ کے بارے میں بتا کر ابھی آتی ہوں۔" وہ آہستہ سے سر اثبات میں ہلاتی اندر کی طرف بڑھ گئی۔

"واؤ.... زبردست۔" کمرے کی ایک ایک چیز کو اس نے سراہتی نظروں سے دیکھا پھر چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی ڈاکٹر عائش ملک کی لارج تصویر کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ تصویر کو غور سے دیکھنے کے بعد اسے اپنی بہن کی قسمت پر رشک آیا۔ اسی وقت ڈاکٹر عائش ملک کمرے میں داخل ہوئے۔ انجان لڑکی کو اپنے کمرے میں اپنی تصویر کے روبرو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ دبیز قالین کی وجہ سے آہٹ نہیں ہوئی تھی اسی لیے ان کی موجودگی سے بے خبر آئمہ تصویر کو بغور دیکھتی رہی۔ آخر انہیں گلا کھنکار کر اپنی موجودگی کا احساس دلانا پڑا وہ چونکی پھر یکلخت پلٹی.... اور ڈاکٹر عائش ملک جیسے سب بھول گئے۔ دل کی رفتار ایک دم تیز ہوئی سارا وجود جیسے عجیب سی تبدیلی کی گرفت میں آنے لگا۔

کچھ تھا کچھ پہلے سے مختلف، الگ، کچھ انوکھا جسے وہ سمجھ نہیں پائے۔ نظروں کو یہ چہرہ بہت اپنا بہت مانوس لگا۔

"ارے عائش بھائی آپ....!" وہ مسکرائی۔ "میں آئمہ اسد ہوں اریزا کی چھوٹی سسٹر۔"

وہ کیا کہہ رہی تھی چند انچ کے فاصلے کے باوجود وہ سن نہیں پائے۔

"عائش بھائی آر یو اوکے؟" ان کے ساکت وجود کے سامنے اس نے ہاتھ لہرایا۔ وہ چونکے وہ ایسی دنیا سے واپس لوٹے تھے جس کے وہ کبھی بھی باسی نہ تھے۔

"ارے عائش بیٹا! تم آگئے۔" اسی وقت مما کمرے میں داخل ہوئیں۔ انہوں نے خالی خالی نظروں سے مما کی طرف دیکھا اور پھر بیگ اور کوٹ صوفے پر رکھتے ہوئے خاموشی سے واش روم میں گھس گئے۔ بہت کوشش کے باوجود بھی وہ اپنے چہرے کے تاثرات کو نارمل نہیں کر پائے تھے۔ آئمہ اسد ہکا بکا ان کے ردعمل کے بارے میں سوچتی ہی رہ گئی۔

☼ ☼ ☼

ساری رات آنکھوں میں کٹی تھی۔ صبح بیڈ سے اٹھتے ہوئے وہ لان کی طرف کھلنے والی کھڑکی میں آ کھڑے ہوئے۔ لمبے لمبے سانس لیتے ہوئے جیسے وہ اپنے اندر نئی توانائی بھر رہے تھے۔ اپنی کل کی حالت پر وہ ابھی تک حیران تھے۔ آئمہ اسد کو اپنے روبرو دیکھ کر ایک عجیب سی یاسیت اور خالی پن انہیں اپنے اندر محسوس ہونے لگا تھا۔ انہیں ایسے محسوس ہوا کہ ان کی بہت پیاری چیز ایک عرصہ گم رہنے کے بعد جیسے ایک دم ان کے سامنے آن کھڑی ہوئی ہو۔ کچھ کمی تھی جس کا انہیں شدت سے احساس ہوا۔ وہ بہت نفیس طبیعت کے مالک تھے۔ دوسروں سے بات کرتے تہذیب اور شائستگی کا دامن ہرگز نہ چھوڑتے اپنے سلجھے ہوئے سبھاؤ کی وجہ سے وہ ہر دلعزیز تھے مگر آئمہ اسد کے سامنے آتے ہی جیسے ان کے پاس الفاظ ختم ہو گئے۔

"آخر یہ مجھے کیا ہو رہا ہے؟" اپنے دل کی تیز تیز دھڑکتی دھڑکن انہیں عجیب سی الجھن میں مبتلا کر رہی تھی۔ اس طرح پہلے تو کبھی نہیں ہوا تھا۔ وہ کیا سوچتی ہو گی میرے بارے میں کہ میں کتنا ال مینرڈ ہوں وہ مجھ سے ملنے آئی اور میں نے اس سے بات تک نہ کی۔ مما بھی مجھ سے شکایت کر رہی تھیں۔ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ ان کے تخیل میں اس کا حیران چہرہ ابھرا تو وہ اچھے خاصے جھنجلا کر رہ گئے۔ دل نے ایک دفعہ پھر سے تیز دھڑکنا شروع کر دیا۔ انہوں نے بے بسی کی انتہاؤں کو چھوتے ہوئے دونوں ہاتھوں میں سر تھام لیا۔

آنکھیں موندتے ہی اک دلنشیں سراپا چھم سے تصور میں آ کھڑا ہوا۔ بہت تیزی سے انہوں نے آنکھیں کھول لی تھیں۔

"تو کیا اس تیز ہوتی دھڑکن کا تعلق آئمہ سے ہے۔" جیسے وہ کسی نتیجے پر پہنچتے ہوئے بڑبڑائے اور پھر انہیں اپنے ہر سوال کا جواب ملتا گیا۔ "پہلی نظر کی محبت۔۔۔"

ہاں ڈاکٹر عائش ملک کو 32 سال کی عمر میں آئمہ اسد سے پہلی نظر کی محبت ہو چکی تھی۔

"او مائی گاڈ۔۔۔!" یہ ادراک کوئی بہت خوش کن نہ تھا۔ انہوں نے اپنا سر سامنے پڑی گلاس ٹیبل پر ٹکا دیا۔

☼ ☼ ☼

"آپی! عائش بھائی کچھ مغرور سے نہیں؟" رات وہ اریزا کے کمرے میں بیٹھی کہہ رہی تھی۔

"نہیں تو مگر تمہیں کیسے لگا؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"بس مجھے وہ کچھ سڑیل اور مغرور سے لگے۔" وہ انتہائی صاف گو واقع ہوئی تھی۔ اس وقت بھی لگی لپٹی رکھے بغیر بولی۔ اس کے کمنٹس پر اریزا کافی الجھ گئی۔

"ٹھیک ہے اگر بندہ قابل اور انتہا کا ڈیشنگ ہو تو غرور آ ہی جاتا ہے۔ مگر دوسرے کو کسی خاطر میں نہ لانا تو کوئی اچھی بات نہیں۔" وہ منہ بناتے ہوئے بولی۔ ڈاکٹر عائش ملک کے رویے نے اسے اچھا خاصا دلبرداشتہ کیا تھا۔

"مجھے لگتا ہے کہ تمہیں ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ وہ ایسے تو بالکل نہیں۔ ہاں ذرا کم گو ہیں۔" اریزہ کو اس کی باتوں پر یقین نہ آیا۔ اس لیے دفاعی انداز میں بولی۔

"کم گو تو نہ کہیں گونگے کہیں۔ قسم سے اتنی خوش خوش گئی تھی مگر انہوں نے میرے ساتھ کسی قسم کی کوئی بات ہی نہ کی۔" وہ دل کی بات کبھی دل میں نہیں

رکھتی تھی اس دفعہ بھی بھرپور سچائی سے بولی۔ اریزا اٹھ ہی گئی اور پرسوچ نظروں سے کتنی دیر اس کی طرف دیکھتی رہی۔

☼ ☼ ☼

ڈاکٹر عائش ملک بہت تیزی سے پورچ کی طرف بڑھ رہے تھے جب نہ جانے کس احساس کے زیر اثر وہ ایک دم رکے اور پھر تیزی سے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ پیچھے کوئی نہ تھا۔ اک مانوس سی کیفیت کے زیر اثر ایک دفعہ پھر سے ارد گرد دیکھنے لگے۔ کچھ تھا، کچھ ایسا جسے وہ پہلے بھی پوری شدت سے محسوس کر چکے تھے مگر کیا؟ نہیں وہ الجھ کر رہ گئے۔ اپنے سر کو جھٹکتے ہوئے ابھی وہ آگے قدم بڑھانا ہی چاہتے تھے جب دائیں طرف پھولوں کی باڑ میں انہوں نے آئمہ اسد کو کھڑے پایا۔

"اوہ۔۔۔ تو یہ وجہ تھی کہ دل کے بے قابو ہونے کی۔" ہوا میں پُردرد لمبا سانس خارج کرتے ہوئے وہ بے اختیار ہی اس کی طرف بڑھتے گئے۔

وہ کانٹوں میں الجھا اپنا دوپٹہ چھڑانے میں اتنی مگن تھی کہ ان کی موجودگی کو محسوس ہی نہ کر سکی۔ سی ایک نوکیلا کانٹا جیسے اس کی انگلی میں چبھ گیا۔

عائش نے تیزی سے اس کا ہاتھ اپنی طرف کھینچا تھا۔ وہ بوکھلاتے ہوئے پلٹی۔

"یہ کیا حرکت ہے آئمہ! اس طرح دوپٹہ چھڑایا جاتا ہے۔" نرمی سے ڈپٹتے انہوں نے اس کی انگلی کو بغور دیکھا جس سے خون کا ننھا سا قطرہ نکل آیا تھا۔ جیب سے رومال نکال کر انہوں نے انگلی پر رکھا اور پھر احتیاط سے دوپٹہ چھڑانے لگے۔ اس سارے عمل کے دوران آئمہ اسد حیران حیران سی ان کی طرف دیکھتی رہی۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہیں؟" ان کی نظر جیسے ہی اس کے متعجب چہرے پر پڑی تو پوچھے بغیر نہ رہ سکے۔

"نہیں کچھ نہیں۔" وہ آہستہ سے سر نفی میں ہلا گئی۔

"کب آئیں آپ۔۔۔؟" انہوں نے نرمی و اپنائیت سے پوچھا۔ آئمہ کو حیرت کا دوسرا جھٹکا لگا مگر پھر خود کو سنبھالتے ہوئے وہ آہستہ سے بولی۔

"ابھی کچھ دیر پہلے مما نے آنٹی کے لیے کچھ چیزیں بھیجی ہیں وہی دینے آئی تھی مگر پھر نظر جیسے ہی اتنے خوب صورت پھولوں پر پڑی تو میں ان کے پاس آنے سے خود کو روک نہیں پائی اور پھر نجانے کیسے میرا دوپٹہ کانٹوں میں الجھ گیا۔" ان کی اپنائیت پر اسے اتنی خوشی ہوئی کہ بے وجہ ہی تفصیل بتائی گئی۔

"چلیں پھر اندر۔" سر اثبات میں ہلاتے ہوئے وہ اندر کی طرف بڑھ گئے۔ تو وہ بھی حیران حیران سی ان کے پیچھے ہولی۔

"یہ ویسے تو بالکل بھی نہیں جیسا تاثر انہوں نے پہلی ملاقات میں چھوڑا تھا۔" اس نے بے ساختہ سوچا۔

"کس ہسپتال کو جوائن کر رہی ہیں آپ؟" انہیں ڈرائنگ روم میں بیٹھے آدھا گھنٹے سے اوپر ہو چکا تھا۔ جب انہوں نے شائستگی سے استفسار کیا۔ ماہ پارہ بیگم ابھی ابھی اٹھ کر کچن میں گئی تھیں۔

"ابھی تک تو نہیں سوچا آپی کی شادی کے بعد کوئی فیصلہ کر پاؤں گی ہو سکتا ہے آپ کا ہسپتال جوائن کر لوں۔" بہت ہلکے پھلکے انداز میں اس نے اپنا ارادہ بتایا۔

انہوں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"میں آپ کا ہسپتال دیکھنا چاہتی ہوں" کیا آپ دکھانا چاہیں گے؟"

"شیور وائے ناٹ۔۔۔ آپ جب مرضی آجائیے گا۔" وہ نرمی سے بولے۔

"تھینک یو عائش بھائی! میں ایک دو دن میں چکر لگاؤں گی اور ساتھ اپنے ڈاکومنٹس بھی لیتی آؤں گی۔"

انہوں نے مسکراتے ہوئے سر اثبات میں ہلا دیا اور اس عرصے میں یہ پہلی مسکراہٹ تھی۔ جسے آئمہ اسد نے بہت توجہ سے دیکھا تھا۔

☼ ☼ ☼

"اریزا! مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی" اتنا اچھا چانس مس کر رہی ہو۔ جانتی ہو ایسا گولڈن چانس سب

کو نہیں ملتا۔"

"مگر میں بھی کیا کروں آزلہ مجھے پرمیشن ہی نہیں مل رہی۔ پہلے مما پاپا خلاف تھے اور اب تو عائش نے بھی اجازت نہیں دی۔" وہ آزردگی سے بولی۔

"ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی، تم جیسی لڑکیاں اسی قابل ہوتی ہیں کہ چار دیواری میں گھٹ گھٹ کر جئیں۔ میں نے بے وجہ ہی اپنے انکل کے سامنے تمہاری فیور کی۔ اب جبکہ وہ تمہیں اپنی فلم میں ایز اے ہیروئن کاسٹ کرنے پر ایگری ہیں تو تم بے وقوفی کر رہی ہو۔ تم نے تو میری بات کا بھی بھرم نہیں رکھا۔" وہ برہم سی اٹھ کھڑی ہوئی، جب اس نے اس کا ہاتھ تھاما۔

"پلیز آزلہ! مجھے سمجھنے کی کوشش کرو۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"تم سمجھنے کی کوشش کرو بے وقوف لڑکی! ایسا چانس سب کی قسمت میں نہیں ہوتا۔ یہ سنہری موقع تمہیں کہاں سے کہاں پہنچا دے گا۔ لاکھوں فین ہوں گے تمہارے۔ تم سے بات کرنے کے لیے لوگ ترسیں گے مگر تم۔۔۔ تمہیں میری بات کہاں سمجھ میں آئے گی۔ تم اپنے مایوں کی تیاری کرو۔"

پھر وہ دروازہ کھول کر باہر کی طرف بڑھ گئی۔

کب کے رکے آنسو راستہ پاتے ہی اس کے گالوں پر بہنے لگے۔ ایک طرف اس کا کیریئر تھا اور دوسری طرف اس کی محبت دونوں کا ہی اس کی زندگی میں ہونا بہت ضروری تھا۔ پھر آخر وہ کرتی تو کیا کرتی۔

☼ ☼ ☼

"واؤ زبردست، بہت شاندار ہسپتال ہے۔ رئیلی آئی ایم سو امپریسڈ۔ غریبوں کے لیے بہت بڑی نیکی ہے۔" پورے ہسپتال کا راؤنڈ لگانے کے بعد وہ کیبن میں آتے ہی پرجوش انداز میں بولی۔

عائش دھیرے سے مسکرا دیے۔ بہت سے لوگوں نے انہیں سراہا تھا، ان کی حوصلہ افزائی کی تھی مگر نجانے کیوں آئمہ اسد کے منہ سے اپنے لیے تعریفی کلمات سنتا ان کے اندر نئی توانائی بھر گیا۔

"مجھے اس ہسپتال میں آپ جیسے جینئس بندے کے ساتھ کام کرکے خوشی ہوگی یہ میرے ڈاکومنٹس' ساتھ ہی اس نے اپنے ڈاکومنٹس کی فائل ان کے سامنے ٹیبل پر رکھ دی۔

ڈاکٹر عائش ملک نے فائل اٹھا کر دیکھی۔ ان کے اندر حسرت کے سائے میں بیٹھا زخمی پرندہ ایک دفعہ پھر سے پھڑپھڑانے لگا۔ اتنا شاندار تعلیمی ریکارڈ، یہ چھوٹی سی لڑکی انہیں قدم قدم پر حیران کرنے پر تلی ہوئی تھی۔

انہوں نے آہستہ سے نظریں ہٹاتے ایک نظر اس کے دھان پان سے وجود کو دیکھا اور پھر اپنے اندر جھانکنے لگے۔ انہیں عجیب سا فخر ہوا کہ انہیں کسی عام سی لڑکی سے محبت نہیں ہوئی تھی۔ آئمہ اسد بہت خاص تھی اور اس لمحے ان پر یہ اچھی طرح آشکار ہو چکا تھا۔ وہ یک لخت خاموش سے ہو گئے۔

ڈاکومنٹس کی فائل کو ٹیبل پر رکھتے ہوئے وہ اپنی قسمت سے جیسے شاکی ہوئے۔

"کیا ہوا کیا مجھے جاب نہیں ملے گی؟" ان کی خاموشی پر وہ متعجب سی بولی۔ وہ بمشکل مسکرائے۔

"مجھے بھی آپ جیسے ٹیلنٹڈ لوگوں کی بہت ضرورت ہے۔" وہ کافی دیر بعد بولے۔

"اوہ!" وہ کھل کر ہنسی۔ "میں تو ڈر ہی گئی تھی۔" وہ جیسے ایک دم ہلکی پھلکی ہو گئی۔

ڈاکٹر عائش ملک اسے ایک نظر دیکھ کر رہ گئے۔

جس سے ہم محبت کرتے ہیں اسے ہم بہت خاص دیکھنا چاہتے ہیں اور جب وہ خاص ہو تو پھر آپ کو اپنی محبت پہ فخر ہونے لگتا ہے مگر جس لمحے آپ پر یہ ادراک ہو کہ یہ خاص بندہ آپ کی قسمت میں نہیں تو اس وقت ویسی ہی اداسیاں اندر ڈیرا ڈالنے لگتی ہیں جیسی اس وقت ڈاکٹر عائش ملک کے اندر ڈیرا جما چکی تھیں۔

☼ ☼ ☼

لڑکے والے مہندی لے کر آ چکے تھے۔ مہندی کا

فنکشن کمبائن ارینج کیا گیا تھا۔

ڈاکٹر عائش ملک وائٹ شلوار پر بلیو کلر کی جدید طرز کی قمیص پہنے کچھ افسردہ سے سب کی نظروں کا مرکز تھے۔ اسد صاحب نے گھر کے وسیع لان میں فنکشن ارینج کیا تھا۔ ڈیکوریشن اتنی شاندار تھی کہ اکثر آنکھیں پلکیں جھپکنا بھول گئیں۔

وہ بہت تیزی سے لان کی طرف بڑھ رہی تھی جب اسٹور روم کے قریب سے گزرتے کسی نے اس کی کلائی پکڑتے ہوئے اندر کھینچ لیا۔

نیلی آنکھوں نے جب شدید خوف کے عالم میں سامنے دیکھا تو اندر تک مطمئن ہوتے ہوئے اس نے ہونٹوں پر دھرا ہاتھ ہٹایا اور اپنی سانسوں کو ہموار کرنے لگی جو چند لمحوں میں ہی بے ربط ہو گئی تھیں۔

"آپ نے تو مجھے ڈرا ہی دیا تھا۔"

اب وہ خود کو کافی حد تک سنبھال چکی تھی۔ جبکہ مقابل مبہوت سا یک ٹک اس کے اک اک نقش کو آنکھوں کے رستے دل میں اتار رہا تھا۔

"بارز! میں نروس ہو رہی ہوں۔" اسے عجیب سے گھبراہٹ ہونے لگی۔ وہ دیوار کے ساتھ جڑی کھڑی تھی اور بارز عباد دائیں بائیں ہاتھ جمائے یقیناً اس کا نرم و نازک وجود خود میں جذب کر لینے کا متمنی تھا۔

"کیا ہوا ہے آپ کو۔۔۔ آخر ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں؟" اس کی نظروں کا انوکھا اور تکاز اسے خوامخواہ پزل کر رہا تھا۔

"یہ اپنے ہوش اڑانے والے روپ سے پوچھو۔ کیا ضرورت تھی اتنا سجنے سنورنے کی۔ پہلے کیا کم گھائل کرتی تھیں اب اتنے ہتھیاروں سے لیس ہو کیا میری جان لینے کا ارادہ ہے۔ کیا تم نے آئینہ دیکھا ہے اور اگر دیکھا ہے تو پھر مجھ سے یہ سوال کیوں؟"

دھیمی میٹھی بے خود سرگوشیاں تھیں جو وہ اس کے دیوانہ کر دینے والے حسن پر نچھاور کر رہا تھا۔

"میں تایا ابو سے بات کر چکا ہوں مجھے نہیں لگتا کہ اب میں مزید تم سے دور رہ سکتا ہوں۔" بہت والہانہ سرگوشی تھی جو اس کی سماعتوں میں انڈیلی گئی۔ پل کی پل اس نے نظریں اٹھائی تھیں مگر اسے لگا کہ ان آنکھوں کی تاب لانا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔

"پلیز بارز۔۔۔" نیلی آنکھوں نے پلکوں کی جھلمل اٹھاتے جیسے التجا کی اور پھر بارز عباد نے اپنی معصوم شرارت کو ان پاگل کر دینے والی آنکھوں پر قربان کر دیا۔ لمبا سانس ہوا میں چھوڑتے ہوئے اس نے ہاتھ ہٹا لیے۔

"ٹھہرو آئمہ!" بہت تیزی سے وہ مڑی تھی، جب اس نے اس کی کلائی تھامی۔ "یہ میں تمہارے لیے لایا تھا۔"

جیب سے گجرے نکال کر اس نے ہتھیلی پر رکھے۔ آئمہ کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

"اوں۔۔۔ ہوں۔ میں خود پہناؤں گا۔" اس نے جیسے ہی گجرے تھامنے چاہے تو اس نے روک دیا اور پھر اس کی دونوں کلائیوں میں گجرے پہناتے جیسے وہ خود کو دنیا کا خوش قسمت ترین انسان سمجھ رہا تھا۔

☼ ☼ ☼

ڈاکٹر عائش ملک کتنی دیر سے آنکھیں موندے اپنے کیبن سے ملحق پرسنل روم میں صوفے پر لیٹے ہوئے تھے آج ان کی شادی تھی۔ مما کے کئی فون آ چکے تھے۔

"میں مصروف ہوں۔" ہر بار وہ یہ بہانہ بنا کر جان چھڑا لیتے۔ لیکن آخر کب تک۔

"میں یہ شادی کر بھی لوں تو ساری زندگی خوش نہیں رہ سکتا۔" نظروں میں بار بار آئمہ اسد کا سجا سنورا روپ آ کر انہیں بے چین کر رہا تھا۔ وہ بہت نفیس انسان تھے اور کسی کو دھوکا دینے کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔

"آخر کیوں ہوا میرے ساتھ ایسا۔ کتنی پرسکون زندگی جی رہا تھا میں اور کیا یہ اریزہ کے ساتھ ناانصافی نہیں۔ کیسے میں اسے دھوکے میں رکھ کر نئی زندگی کی شروعات کر پاؤں گا۔" کنپٹیوں کو دباتے ہوئے وہ اذیت سے بڑبڑائے۔

کل رات جب آئمہ اسد ان کے قریب آکر بیٹھی تو انہیں اچھی طرح اندازہ ہو گیا کہ وہ اسے کھو کر جی نہیں پائیں گے۔

"کیوں... کیوں ہوا میرے ساتھ ایسا میں محبت سے بے خبر تھا۔ میری زندگی کا مقصد کچھ اور تھا اور جو بہت نیک تھا۔ پھر یہ اذیت مسلسل میرا نصیب کیوں بن گئی۔ میں زندگی میں انسانوں کے لیے بہت کچھ کرنا چاہتا ہوں مگر اس روگ کو وجود میں چھپا کر ایک ٹوٹا بکھرا انسان آخر کیا کر سکتا ہے۔ اے اللہ یا میری محبت مجھے حاصل ہو جائے یا اس کا خیال میرے دل سے نکل دے۔" انہوں نے یک لخت سرخ انگارہ آنکھیں کھولیں اور پھر پر درد سی ہنسی ہنس دیے۔ جب ایک دفعہ پھر سے ان کا سیل فون بجا "مما کالنگ" تھی دیر وہ موبائل کی اسکرین کو دیکھتے رہے بیل مسلسل بجتی رہی۔ بالآخر آن کرتے ہوئے وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

"مما! میں دس منٹ میں پہنچ رہا ہوں۔"

وہ سوگواری میں بھی دولہا بنے غضب ڈھا رہے تھے۔ بہت سی ستائشی نظریں کئی دفعہ ان کی ڈیشنگ پرسنالٹی کو سراہ چکی تھیں۔ گھر سے نکلتے وقت انہوں نے شدت سے دعا کی تھی کہ آج کم از کم ان کا سامنا کسی صورت آئمہ اسد سے نہ ہو۔

☼ ☼ ☼

"اوہو آپی! آپ ابھی تک پارلر نہیں گئیں۔" دونوں کلائیوں میں چوڑیاں بھرتے ہوئے وہ متفکر سی گویا ہوئی۔ پارلر والی کو گھر بلانے سے اریزا نے منع کر دیا تھا۔ جو مما کے ساتھ ساتھ اس کے لیے بھی حیرت کا باعث تھا۔

"چلی جاتی ہوں۔" سرسری سی نظر اس کے دمکتے روپ پر ڈال کر وہ واش روم میں گھس گئی۔ اسی وقت مما کمرے میں داخل ہوئیں۔

"آئمہ! تم ایسا کرو' بارز سے کہو گاڑی نکالے اور اریزا کو پارلر لے جائے اور تم ہوٹل پہنچنے کی تیاری کرو۔ بارات ہوٹل پہنچنے ہی والی ہے۔" وہ مصروف سے انداز میں کہتی پلٹ گئیں۔

اریزا کو پارلر چھوڑ کر وہ ابھی گاڑی میں آکر بیٹھا ہی تھا جب اس کے موبائل پر اس کے دوست ماجد کی کال آئی۔

"ہاں کہو ماجد! کیسے ہو؟ کیا... کب... کیسے؟"

ماجد کی بات سن کر وہ اچھا خاصا پریشان ہو گیا تھا۔

"بس یار! تم فکر نہ کرو میں دس منٹ میں پہنچتا ہوں۔" فون بند کرتے اس نے آئمہ اسد کا نمبر ڈائل کیا۔

"آئمہ! ڈرائیور سے کہنا کہ وہ اریزا کو پارلر سے لے جائے۔ مجھے ایمرجنسی میں کہیں جانا پڑ رہا ہے۔ وہ سب میں تمہیں لوٹ کر بتاؤں گا۔ پلیز اگر مجھے لوٹنے میں دیر ہو جائے تو سب سنبھال لینا۔"

فون آف کر کے اس نے ڈیش بورڈ پر پھینکا اور گاڑی کو فل اسپیڈ میں سڑک پر چھوڑ دیا۔

☼ ☼ ☼

"کیا بکواس کر رہے ہو تم؟" اسے ڈرائیور کی بات پر کسی صورت یقین نہ آیا۔

"جی چھوٹی بی بی! میں بالکل سچ کہہ رہا ہوں۔ میں جب وہاں پہنچا تو اریزا بی بی بہت پہلے ہی وہاں سے نکل چکی تھیں۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" وہ تیزی سے مما کی طرف دوڑی۔

"یہ کیا کہہ رہی ہو آئمہ تم؟"

"میں بالکل ٹھیک کہہ رہی ہوں مما اریزا آپی پارلر میں نہیں ہیں۔"

"پھر' پھر کہاں گئی؟" بڑبڑاتے ہوئے وہ پارلر کا نمبر ڈائل کرنے لگیں مگر پھر جو کچھ انہیں سننے کو ملا وہ ان کے قدموں تلے سے زمین کھینچنے کے لیے کافی تھا۔

"آئمہ! اپنے پاپا کو بلاؤ۔" موبائل آف کرتے وہ پریشانی سے بولیں۔

"مما سب ٹھیک تو ہے نا!" مما کے چہرے پر اڑتی ہوائیاں اسے کسی انہونی کی طرف اشارہ کرتی محسوس ہوئیں۔

"کچھ بھی ٹھیک نہیں ہے آئمہ! تم اپنے پاپا کو بلا کر لاؤ۔" وہ جیسے صوفے پر ڈھے سی گئیں۔

آئمہ تیزی سے باہر کی طرف دوڑی۔

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو شکیل!"

"میں سچ کہہ رہی ہوں اسد! جب بارز نے اریزا کو پارلر چھوڑا تھا تو وہ دس منٹ بعد ہی کہیں چلی گئی تھی بغیر تیار ہوئے۔" اسد صاحب کے قدم یکلخت لڑکھڑائے تھے۔ اگر وہ بروقت دیوار نہ تھام لیتے تو یقیناً گر جاتے۔

"بارز' بارز کہاں ہے؟" انہوں نے آئمہ کی طرف دیکھا۔ جس کی حالت بھی بالکل ان کے جیسی تھی۔

"پاپا! انہیں ایمرجنسی میں کہیں جانا پڑ گیا تھا اور انہوں نے ہی کہا تھا ڈرائیور کو بھیج کر آپی کو لانے کے لیے۔"

"یہ' یہ نہیں ہو سکتا۔ اریزا ہمارے ساتھ ایسا کیسے کر سکتی ہے۔" وہ بے اختیار سینہ مسلنے لگے۔

"پاپا! آپ ٹھیک تو ہیں؟" آئمہ نے انہیں تھامتے ہوئے صوفے پر بٹھایا۔

"پانی...!" سینہ مسلتے وہ بمشکل بولے۔ آئمہ تیزی سے گلاس بھر کر لے آئی۔

"دعا کرو شکیل! جیسا ہم سوچ رہے ہیں ویسا کچھ بھی نہ ہو۔ ورنہ میں سر اٹھانے کے قابل نہیں رہوں گا۔ میرے اتنے سالوں کی بنی عزت۔" وہ صوفے کی بیک سے سر ٹکاتے ہوئے کرب سے بڑبڑائے۔

"آئمہ! تم جلدی سے بارز کو فون کرو۔" پانی پلاتے ہوئے مما نے کہا تو وہ تیزی سے بارز کا نمبر ملانے لگی جو مسلسل آف آ رہا تھا۔

"مما! فون آف ہے۔"

"کیا...؟ تم جانتی ہو کہ وہ کہاں گیا ہے؟"

وہ چیختے ہوئے بولیں۔ ایک طرف یہ ناگہانی افتاد دوسری طرف اسد صاحب کی بگڑتی حالت ان کے اعصاب جواب دینے لگے۔

"نہیں..." بہتے آنسوؤں کے دوران اس نے نفی میں گردن ہلا دی۔

"یہ لڑکا بھی نا... گھر پر اتنی مصیبت ٹوٹ پڑی اور اس کا کوئی اتا پتا نہیں ہے۔ نجانے کہاں ہے۔ آپ فکر نہیں کریں اسد! سب ٹھیک ہو جائے گا۔" اسد صاحب کی بگڑتی حالت کے پیش نظر وہ موہوم سی امید کے تحت بولیں۔

اور پھر بہت سا وقت بیت گیا مگر اریزا کو نہ آنا تھا اور نہ وہ آئی۔ اب تو مہمان بھی ایک دوسرے کے کانوں میں چہ میگوئیاں کرنے لگے تھے۔

"اس لڑکی نے ہمیں کہیں کا نہیں چھوڑا۔ میں' میں کس منہ سے باہر جاؤں... کیا کہوں جا کر کہ میری بیٹی بھاگ..." یک لخت ان کے درد میں اضافہ ہوا زبان لڑکھڑا کر رہ گئی۔

"پاپا پلیز' خود کو سنبھالیے۔" ان کے لٹھے کی مانند سفید پڑتے چہرے کو دیکھتے ہوئے آئمہ زار و قطار رونے لگی۔

"ہمارے گھر کی پہلی شادی تھی۔ میں نے تو کسی کو بھی نہیں چھوڑا سب جاننے والوں کو مدعو کر لیا' کیا خبر تھی کہ اس طرح ہو گا۔" ان آنکھوں سے آنسو چھلکنے لگے۔ آئمہ کے لیے یہ لمحہ بے انتہا تکلیف دہ تھا۔

"یہ کیا کر دیا آپ نے اریزا آپی! میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔" وہ ایک دفعہ پھر سے بارز کا نمبر ٹرائی کر رہی تھی۔

"یہ دن دیکھنے سے پہلے مجھے موت کیوں نہ آ گئی۔" وہ سر پٹخنے لگے۔

"پلیز پاپا...!" روتے ہوئے آئمہ نے ان کے دونوں ہاتھ تھامے۔

انہوں نے پرنم آنکھیں کھول کر اپنی فرماں بردار بیٹی کو دیکھا اور پھر ایک خیال بجلی کی طرح ان کے دماغ میں کوندا۔ انہوں نے اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔

"مجھ میں اتنی ہمت نہیں آئمہ! کہ میں اتنی ذلت برداشت کر سکوں۔ اگر اپنے پاپا کو ذلت کی موت سے بچانا چاہتی ہو تو میری پیاری بیٹی اپنے پاپا کی عزت کی لاج رکھ لو۔ اگر بارات واپس گئی تو پھر میں کہیں کا نہیں

رہوں گا۔ تمہارے کمزور پاپا کی عزت تمہارے ہاتھ میں ہے۔" انہوں نے اس کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔

ان کی بات کا مطلب سمجھتے ہی وہ ساکت ہو گئی۔

"کبھی اس کے ساتھ اس طرح بھی ہو گا اس نے کبھی نہیں سوچا تھا۔ اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔ اور پھر اس گزرے گھنٹے میں اس نے جتنے فون بارذ عباد کو کیے پہلے کبھی کسی کو نہ کیے تھے۔ یقیناً" وہ ایک فرماں بردار بیٹی بھی مگر وہ اپنی محبت کو بھی آخری موقع دینا چاہتی تھی۔ وہ ہر رشتے کے ساتھ کھری کھی سچی تھی۔ قسمت نے اسے مشکل ترین دوراہے پر لا کھڑا کیا تھا۔ اس نے اپنی محبت کو باپ کی عزت پر قربان کر دیا تھا مگر اس کے باوجود وہ چاہتی تھی کہ بارذ یہاں آجائے۔ شاید کوئی معجزہ ہو جائے۔

مما، پاپا ڈاکٹر عائش ملک اور ان کی مما سے بات کرنے لگے تھے۔ ان کے جاتے ہی وہ تڑپ تڑپ کر رو دی تھی۔

"میں، میں کیسے جی پاؤں گی تمہارے بغیر بارذ... لوٹ آؤ پلیز... میرا دل پھٹا جا رہا ہے۔ میں مر رہی ہوں۔ آخر تم کہاں چلے گئے۔ کون سے ضروری کام آن پڑے کہ تمہیں اپنی محبت کے لٹنے کی بھی خبر نہیں۔"

نکاح نامے پر سائن کرنے سے پہلے بھی اس نے اک موہوم سی امید کے تحت ایک دفعہ پھر سے اس کا نمبر ملایا تھا۔

"مجھے معاف کر دینا بارذ! پلیز مجھے معاف کر دینا۔" بہتی آنکھوں سے نکاح نامے پر جھکتے ہوئے جیسے وہ اندر سے مر چکی تھی۔

☆ ☆ ☆

ڈاکٹر عائش ملک کو اپنی خوش بختی پر کسی صورت یقین نہیں آ رہا تھا۔ گھر میں داخل ہونے تک وہ اک خواب کی سی کیفیت میں ہی رہے۔

جب اسد صاحب نے ان سے بات کی تو وہ کتنی دیر متحیر سے ان کا چہرہ تکتے رہے۔ ان کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ کیا ردعمل ظاہر کرتے، جب اسد صاحب نے ان کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑ کر التجا کی تو وہ جیسے ہوش میں آ گئے۔

"انکل، انکل! یہ آپ کیا کر رہے ہیں، مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" یہ جملہ خود بخود ان کے ہونٹوں سے نکلا تھا۔

اور پھر سارے عمل کے دوران وہ بے یقین ہی رہے۔ اس وقت تو قسمت کی اس سخاوت پر وہ خوش بھی نہ ہو پائے کہ ایک باپ کی عزت کا سوال تھا مگر اس سب کے باوجود انہیں اریزا کی اس حرکت پر غصہ آنے کے بجائے صرف افسوس ہوا تھا اور اسد صاحب کی جھکی گردن انہیں تاسف میں مبتلا کر رہی تھی۔

"میری دعا میں اتنا اثر تھا کہ اللہ نے ناممکن کو ممکن کر دیا یا پھر میری محبت میں اتنا اثر تھا۔" انہوں نے بے یقینی سے تاروں بھرے آسمان کو دیکھا۔ آئمہ اس وقت ان کے بیڈ روم میں تھی اور اسی بات پر وہ اپنے دل کو آدھے گھنٹے سے یقین دلا رہے تھے مگر دل کیسے مانتا ابھی تو وہ خود بے یقین سے تھے۔ پہلے خود یقین کر لینا چاہتے تھے کہ آیا جو کچھ ہوا وہ سچ ہے یا پھر ایک خوب صورت خواب اسی وقت انہوں نے مما کو اپنی طرف بڑھتے دیکھا۔

"مما آپ ابھی تک سوئی نہیں؟"

"تم بھی تو نہیں سوئے۔"

"میں بس جانے ہی والا تھا۔" یک لخت وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

"عائش! کیا تم خوش ہو؟" اک خدشے کے تحت انہوں نے پوچھا تو وہ دلکشی سے مسکرا دیے۔

"میرے دل کی مراد بر آئی ہے مما! اور یقین کیجیے میں بہت خوش ہوں۔" اک کھنک سی تھی ان کے لہجے میں۔ وہ بے ساختہ چونکیں اور پھر انہوں نے کچھ بھی چھپانا ضروری نہ سمجھا۔ جبکہ مما حیران سی سنتی رہیں پھر آخر میں ان کی پیشانی چومتی آسودگی سے

بولیں۔

"تم نے مجھے مطمئن کر دیا ہے عائش! ورنہ میں تمہاری وجہ سے بہت اپ سیٹ تھی۔"

"جانتے ہو آئمہ کو پہلی بار دیکھنے کے بعد میرے دل میں بھی پہلا خیال یہ ہی آیا تھا۔ لگتا ہے ہم دونوں کی خواہش اس سوہنے رب کو پسند آ گئی جو اس نے ہماری جھولی بھر دی۔ اب جاؤ کمرے میں اور موقع کی نزاکت کو سمجھنا۔ آئمہ ابھی گہرے صدمے کے زیر اثر ہے۔ دھیان رکھنا اور اس کی دلجوئی کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنا۔"

"جی مما! میں سمجھ سکتا ہوں۔"

انہوں نے تحمل سے انداز میں سر جھکایا۔ وہ مما کی بات کا مطلب اچھی طرح سمجھ رہے تھے۔ انہوں نے نظروں ہی نظروں میں بیٹے کی نظر اتاری۔

وہ بہت خوشگوار موڈ لیے اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہے تھے جب ان کے موبائل پر ہسپتال سے کال آئی۔ ایمرجنسی میں انہیں بلایا گیا تھا۔ ہوا میں آسودہ سانس خارج کرتے وہ مما کو بتا کر مطمئن سے ہسپتال کی طرف روانہ ہو گئے۔ یہ ایک طرح سے اچھا ہی ہوا تھا۔ آئمہ کو سنبھلنے کا موقع مل جاتا ورنہ انہیں اپنے جذبوں پر پہرے بٹھانا کافی مشکل لگ رہا تھا اور وہ آئمہ کو واقعی کچھ وقت دینا چاہتے تھے۔

☆ ☆ ☆

صبح کافی تھکے تھکے انداز میں انہوں نے اپنے کمرے میں قدم رکھا تھا اور پھر آئمہ کو بیڈ کے ایک کونے میں سکڑے سمٹے لیٹے دیکھ کر ان کی ساری تھکن اڑنچھو ہونے میں لمحہ لگا۔ وہ دھیرے سے مسکرا دیے۔ اس کی نیند ٹوٹنے کے خیال سے انہوں نے گاڑی کی چابی اور والٹ آہستہ سے ڈریسنگ ٹیبل پر رکھا۔ کوٹ صوفے پر رکھتے ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کی اور پھر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے بیڈ پر ٹک گئے۔ کتنی دیر وہ نرم سا تاثر لیے اسے تکتے رہے۔ نجانے کتنا وقت بیت گیا مگر ان کی نظریں اس کے دلفریب سراپے سے ہٹنے کو تیار ہی نہ ہوئیں۔ کبھی وہ اپنی آنکھوں کو بے قابو ہونے سے روک لیا کرتے تھے۔ جذبوں کے عیاں ہونے سے خائف تھے مگر آج... وہ اس پر ہر طرح کا حق رکھتے تھے۔

"میری زندگی کی سب سے خوب صورت صبح..."

بڑبڑاتے ہوئے وہ ذرا سے جھکے اور اس کے گال سے شرارت کرتی آوارہ لٹ کو ہٹانے لگے۔ اسی دوران وہ کسمسائی اور پھر آنکھیں کھول دیں۔ ڈاکٹر عائش ملک کو اپنے اتنے قریب جھکے ہوئے دیکھ کر وہ بوکھلاتے ہوئے تیزی سے اٹھی۔

"گڈ مارننگ سویٹ گرل!" وہ اس کی نیند کے خمار سے سرخ قاتل آنکھوں میں دیکھتے ہوئے نرمی سے مسکرائے۔ آئمہ اسد نے چونک کر ان کے مطمئن انداز کو دیکھا۔

ایک طرف کروٹ کے بل لیٹنے سے جھمکے نے اس کے نرم و ملائم گال پر نشان چھوڑ دیا تھا۔ ان کی نگاہیں اسی پر پھسل رہی تھیں۔ ان کے انداز و اطوار دیکھتے اس کی تمام تر حسیات بیدار ہونا شروع ہو گئیں۔ بے خودی میں تکتے جیسے ہی انہوں نے ہاتھ بڑھا کر اس نشان کو چھونا چاہا وہ کسمساتے ہوئے پیچھے کو سرکی۔ آنکھوں میں اک خوف سمٹ گیا۔ انہیں سنبھلنا پڑا۔ ان کے تیور اسے کافی الجھا گئے۔ اس کے اندازے کے مطابق تو ان کا رویہ ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا۔ ان کے چہرے کے تاثرات اس کی سوچ کے بالکل برعکس تھے۔ رات جب وہ روم میں نہیں آئے تو اس نے یہ ہی سمجھا کہ وہ بھی اس کی طرح اس دھچکے کی گرفت میں ہیں۔ لیکن اب ان کا نارمل ردعمل... وہ اچھی خاصی الجھ گئی۔

"رات ایمرجنسی کی وجہ سے مجھے ہسپتال جانا پڑا۔ شاید اسی وجہ سے تم کچھ خفا سی نظر آ رہی ہو لیکن یار! اس طرح کے کمپرومائز کی عادت ڈال لو کیونکہ یہ ہم ڈاکٹرز کی زندگی کا ہی ایک حصہ ہیں۔" وہ بہت خوشگوار موڈ میں کہہ رہے تھے۔ اس کی الجھن میں مزید اضافہ ہونے لگا۔ اندر خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں۔

"تم نے میرا کافی انتظار کیا ہوگا۔ آئی ایم سوری فارس۔" انہوں نے نرمی سے اس کا ہاتھ تھاما۔ اسے لگا جیسے اس کے ہاتھ کو کرنٹ چھو گیا ہو۔ بڑی تیزی سے اس نے ان کی گرم گرفت سے اپنا ہاتھ کھینچا تھا اور اس دوران وہ پہلی بار چونکے۔

"م... مجھے..." اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ ان سے کیا کہے۔ "مجھے کچھ وقت چاہیے۔"

بھرائی ہوئی آواز میں وہ بمشکل بولی۔ اپنے اندر روتی کراتی محبت کو دم توڑتے دیکھنا اب اس کی برداشت سے باہر ہوتا جا رہا تھا۔ رات بھی روتے روتے نجانے اس کی کب آنکھ لگی تھی۔ وہ اس وقت چھوٹے چھوٹے جھٹکوں کی زد میں تھی۔ اعصاب ساتھ چھوڑتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔ اور پھر ڈاکٹر عائش ملک کو سب یاد آ گیا جسے اس کے دلکش روپ میں کھوتے ہوئے وہ مکمل طور پر فراموش کر چکے تھے۔

"پلیز مجھے سمجھنے کی کوشش کیجیے۔" اس نے آنسوؤں بھری آنکھیں اٹھائیں تو ان کے دل کو کچھ ہونے لگا۔

"میں سمجھ سکتا ہوں آئمہ... ڈونٹ وری۔" اس کے ہوش ربا حسن سے نظریں چراتے وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور پھر جیسے ہی وہ واش روم میں گئے اس نے بے ساختہ سکون کا سانس لیا۔ ورنہ ان کے تیور اسے حواس باختہ کرنے کے لیے کافی تھے۔

مجھے اسے وقت دینا چاہیے تاکہ وہ اس رشتے کی سچائی کو دل سے قبول کر سکے۔

اپنے دل میں مچلتی تڑپتی خواہشوں کو تھپک تھپک کر سلاتے وہ منہ پر پانی کے چھینٹے مارنے لگے۔

☼ ☼ ☼

وہ جیسے ہی نڈھال سے قدموں سے گھر میں داخل ہوا اک قیامت کو اپنا منتظر پایا۔ کتنی دیر تو وہ ساکت سا تایا ابو کا چہرہ دیکھتا رہا۔ اسے اپنی سماعتوں پر یقین نہ آیا۔ اس کا وجود ایسے تھا جیسے کسی نے انگاروں کی بھٹی میں دھکیل دیا ہو۔

"یہ... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں تایا ابو؟" اسے اپنے وجود سے جان نکلتی ہوئی محسوس ہونے لگی۔ بے یقینی سی بے یقینی تھی۔

"تم کہاں تھے بارز! ہم پر اتنی بڑی قیامت ٹوٹ پڑی اور تمہیں خبر نہ ہو سکی۔ کتنے فون کیے ہم نے تمہیں۔"

اسد صاحب نے پُرنم نظروں سے اس کے بت بنے ششدر وجود کو دیکھا۔ اسے لگا جیسے وہ ہوا میں معلق ہو اس کے قدموں تلے زمین نہ ہو۔ اس کے قدم لڑکھڑائے، جھٹکا بہت زور آور تھا۔ اسے خود کو سنبھالنا مشکل ہی نہیں ناممکن لگا۔ قریب پڑے صوفے پر جیسے وہ ڈھے سا گیا۔

"یہ کیا کر دیا تایا ابو آپ نے۔ بارات واپس جاتی تھی تو جانے دیتے مگر آئمہ کو تو نے..."

کافی دیر بعد وہ اک اذیت میں بڑبڑایا۔ اس کی پُردرد پکار پر وہ بے ساختہ چونکے۔ وہ لٹا لٹا سا ان پر بہت کچھ عیاں کر گیا۔ انہیں لگا اپنی عزت کی خاطر وہ کچھ غلط نہیں بلکہ بہت غلط کر چکے ہیں۔

"آپ نے تو مجھ سے میری زندگی ہی چھین لی۔" صوفے کی بیک سے سر ٹکاتے اس نے بھیگی پلکیں موند لیں۔

اسد صاحب دم بخود بیٹھے اس کے چہرے پر بکھری اذیت دیکھتے رہے۔ ادراک و آگہی کے لمحے اتنے دردناک تھے کہ ان کے پورے وجود سے جان کھنچنے لگی۔

"تم نے ہمیں بتایا کیوں نہیں بارز کہ تم آئمہ سے..." کافی دیر بعد سنبل بیگم ہی کچھ بولنے کے قابل ہوئیں۔ ساڑھی کے پلو سے بہتی آنکھیں رگڑتے ہوئے جیسے انہوں نے مزید ہونے والے نقصان کا پتہ لگانے کی کوشش کی۔

ایک لفظ بولے بغیر وہ اٹھا اور پھر اپنے مردہ قدموں کو گھسیٹتا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ اس وقت وہ کسی سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"اس کے پیچھے جاؤ سنبل! مجھے اس کی حالت کچھ

ٹھیک نہیں لگ رہی۔" وہ کسی ہارے ہوئے جواری کی طرح گویا ہوئے۔

"مجھ میں ہمت نہیں اسد! کہ میں اسے اتنا ٹوٹا بکھرا دیکھ سکوں۔ ہم سے بہت بڑی غلطی ہو گئی۔ آئمہ نے بھی تو ذکر نہ کیا۔ اریز! میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔" اسد صاحب کی بگڑتی حالت دیکھ کر وہ تیزی سے ڈاکٹر زاکر کا نمبر ملانے لگیں۔

یقین و بے یقینی کی کیفیت میں معلق وہ کتنی دیر کمرے کے وسط میں کھڑا رہا۔ ابھی کچھ دیر پہلے جو کچھ اس کی سماعتوں نے سنا تھا اسے لگا جیسے وہ ایک خواب ہو۔ بھیانک خواب آنکھیں کھولے گا تو سب کچھ پہلے جیسا ہو گا۔ اس کے دل نے شدت سے دعا کی کہ یہ سب واقعی ایک خواب ہی ہو۔ اس کے اعصاب ساتھ چھوڑنے لگے۔

"ہم نے تمہیں بہت فون کیے تھے۔" اس کے کانوں میں جملہ گونجا تو پوری قوت سے اس نے موبائل سامنے دیوار پر دے مارا۔ "نہیں یہ نہیں ہو سکتا۔ میری آئمہ کو مجھ سے کوئی نہیں چھین سکتا۔" وہ کمرے کی تمام چیزوں کو بے دردی سے پٹخنے لگا۔ قسمت اسے اتنی بڑی مات سے بھی دوچار کر سکتی ہے اس کے گمان تک میں نہ تھا۔

"اریز! میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گا۔" ہانپتے ہوئے وہ زمین پر ہی بیٹھ گیا۔ اس کی آنکھیں سلگنے لگیں اور پھر وہ اونچا لمبا شخص گھٹنوں میں سر دے کر بچوں کی طرح تڑپ تڑپ کر رو دیا۔

اریزا کو پارلر چھوڑ کر وہ ابھی گاڑی میں آ کر بیٹھا ہی تھا، جب ماجد کا فون آیا کہ اس کے دوست سہیل کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔ آئمہ اسے کہنے کے بعد کہ وہ ڈرائیور کو بھیج دے، وہ سیدھا ہاسپٹل پہنچ گیا۔ سہیل کی حالت شدید خراب تھی۔ وہ پاگلوں کی طرح کاریڈور میں چکر لگانے لگا۔ ایک ہی تو اس کا قریبی دوست تھا۔ شدید پریشانی کی وجہ سے وہ موبائل کی ڈاؤن بیٹری پر بھی توجہ نہ دے سکا۔ صبح جا کر جب ڈاکٹرز نے اس کی حالت سنبھلنے کی اطلاع دی تو اس کی جان میں جان آئی۔ اس کے گھر والوں کو تسلی دے کر وہ گھر کی طرف روانہ ہو گیا جانتا تھا کہ اریزا کی رخصتی پر اسے نہ پا کر تایا ابو اور تائی امی ضرور ناراض ہوں گے مگر گھر آ کر تو اس نے ایک طوفان کو اپنا منتظر پایا۔

گھٹنوں میں سر دیے سسکتے اسے نجانے کتنا وقت بیت گیا مگر وہ لٹا پٹا شخص ایک ہی زاویے میں بیٹھا جیسے پوری دنیا کو آگ لگا دینا چاہتا تھا۔

☼ ☼ ☼

ولیمہ کے ریسپشن میں ان کے گھر سے کوئی نہیں آیا تھا۔ فون پر مما نے پاپا کی طبیعت خرابی کا بتا کر معذرت کر لی۔ فنکشن ختم ہوتے ہی وہ ڈاکٹر عائش ملک کے ہمراہ بہت پریشان سی گھر میں داخل ہوئی تھی۔ نڈھال سی مما اسے لاؤنج میں ہی مل گئیں۔

"مما...!" تیزی سے وہ ان کی طرف لپکی تھی اور پھر ان کے ساتھ لپٹتے ہی رونے لگی۔

"مما... مما اب پاپا کی طبیعت کیسی ہے؟" برستی آنکھوں سے اس نے پوچھا۔

"اب ٹھیک ہیں۔ ابھی میڈیسن لے کر لیٹے ہیں۔ تھوڑی دیر میں اٹھتے ہیں تو مل لینا۔"

وہ اسے خود سے علیحدہ کرتے اس کے آنسو صاف کرنے لگیں اور پھر جیسے ہی ان کی نظر پریشان کھڑے ڈاکٹر عائش ملک کی طرف اٹھی تو وہ ان کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"کیسے ہو بیٹا آپ...؟"

"آپ نے ہمیں انفارم کیوں نہیں کیا مما۔" ان کا مما کہنا انہیں بہت اچھا لگا تھا۔ وہ دھیرے سے مسکرا دیں۔

"اب آ گئے ہو نا تو اچھی طرح چیک اپ کر کے جانا۔" ان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے وہ بھیگی آواز میں گویا ہوئیں۔

"یہ بھی کوئی کہنے کی بات ہے۔ میں خود بھی یہی سوچ رہا تھا۔" بہت اپنائیت سے وہ گویا ہوئے حالانکہ انہیں ہسپتال ارجنٹ پہنچنا تھا مگر وہ پاپا کے اٹھنے کا

انتظار کرتے رہے اور پھر جب وہ اٹھے تو ان کا مکمل چیک اپ کرنے کے بعد مما کو مطمئن کرتے ہسپتال کے لیے روانہ ہوئے۔

"میں شام کو تمہیں لینے آؤں گا۔" جانے سے پہلے وہ کچھ دیر اس کے پاس ٹھہرے تھے۔ وہ کچھ دن رکنا چاہتی تھی مگر دل کی بات زبان پر نہ لا سکی۔

"اریزا آپی کا کچھ پتہ چلا؟" مما ابھی اس کے پاس آ کر بیٹھی تھیں جب اس نے پوچھا۔

"اس لڑکی نے ہمیں کہیں کا نہیں چھوڑا۔ ہمارے اتنے سالوں کی عزت کو ایک جھٹکے میں تباہ کر دیا۔ اب بھی فون کرکے بتا دے کہ زندہ بھی ہے یا مر گئی۔" بیٹی کا سہارا پاتے ہی وہ سسک پڑیں۔

"پلیز مما چپ ہو جائیں۔ ہمت کریں اگر آپ ہی یوں ٹوٹ جائیں گی تو پاپا کو کون سنبھالے گا۔"

مما کی ایسی حالت اسے شدید تکلیف میں مبتلا کر رہی تھی۔ وہ نرمی سے ان کے آنسو صاف کرنے لگی جب ان کے دماغ میں جھماکا ہوا اور وہ پُرنم آنکھوں سے کتنی دیر اس کی طرف دیکھتی رہیں۔

"کیا ہوا مما! ایسے کیوں دیکھ رہی ہیں؟" ان کی متغیر حالت اس کی سمجھ سے باہر تھی۔

"آئمہ! نجانے تم ہماری کس نیکی کا ثمر ہو۔ اتنی بڑی قربانی۔۔۔ پاگل لڑکی ایک دفعہ کہا تو ہوتا۔ جب سے تمہارے پاپا کو سچائی کی خبر ہوئی ہے وہ بیڈ سے اٹھ ہی نہیں پائے۔ آخر تم نے ہمیں کیوں نہیں بتایا۔" وہ اس کے دونوں ہاتھ تھامتی تڑپ اٹھیں۔

"کیا نہیں بتایا مما۔۔۔؟" اپنے اندر ہونے والی توڑ پھوڑ سے نظریں چراتے جیسے وہ سب راز چھپا جانا چاہتی تھی۔

"جانتی ہو بارز کی حالت ٹھیک نہیں ہے۔ جب سے آیا ہے اپنے کمرے میں بند ہے اور مجھ میں یا تمہارے پاپا میں اتنی ہمت نہیں کہ اس کا سامنا کر سکیں۔ اگر تم ہمیں بروقت بتا دیتیں تو بیٹا ہم تمہاری خوشی کو مقدم ٹھہراتے۔ ذلت و رسوائی تو ہماری جھولی میں آ ہی چکی تھی۔ کیا کم اور کیا زیادہ لیکن ہم کبھی بھی تم دونوں کی خوشی نہ چھینتے۔"

وہ چہرہ جھکاتے ہوئے رو پڑی۔ نارسائی کا دکھ اسے اندر ہی اندر کند چھری سے کاٹ رہا تھا اور وہ جو کل سے ضبط و برداشت کے مراحل سے گزرتی ادھ موئی ہوئی جا رہی تھی، مما کے گلے لگتے ہی پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔

"تم نے بہت غلط کیا آئمہ! تم نے اپنے اور بارز دونوں کے ساتھ ظلم کیا۔ ہم تو بے خبر تھے مگر تم تو جانتی تھیں پھر کیوں نہ ہم سے کہا۔" ان کے آنسو اس کے بالوں میں جذب ہو رہے تھے۔ "ہم میں اتنی ہمت نہیں کہ اس کا سامنا کر سکیں۔ پلیز آئمہ! تم جاؤ اس کے کمرے میں دیکھو وہ ٹھیک تو ہے۔"

مما نے آہستہ سے اسے خود سے علیحدہ کیا تو وہ سر اثبات میں ہلاتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں کس دل سے اس شخص کا سامنا کروں جس کی زندگی کی سب سے بڑی خوشی ہی میں نے چھین لی۔ جسے زندہ درگور کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ کیسے میں ان آنکھوں کے شکوے سہہ پاؤں گی۔"

دروازے کے قریب آتے ہی جیسے زمین نے اس کے قدم جکڑ لیے۔ وہ اپنے میں ہمت نہیں پا رہی تھی مگر اسے اندر جانا تھا۔ وہ اسے اس کڑے وقت میں تنہا نہیں چھوڑ سکتی تھی کیونکہ وہ اس سے اب بھی محبت کرتی تھی، بہت محبت کرتی تھی۔ کمرے کے اندر بڑھنے والے قدم من من بھر کے ہوتے جا رہے تھے۔

"بارز۔۔۔!" وہ جو ساکت آنکھوں سے چھت کو گھور رہا تھا، مانوس سی پُردرد پکار پر بری طرح چونکا۔

"آئمہ!" زیرِ لب بڑبڑاتے ہوئے وہ تیزی سے بیڈ سے اترتے اس کی طرف بڑھا۔ کتنی دیر وہ دونوں روبرو کھڑے ڈبڈبائی آنکھوں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔ تقدیر نے ان کے ساتھ بہت بھیانک مذاق کیا تھا۔ وہ قصوروار قرار دیتے بھی تو کس کو۔

"آپ کہاں چلے گئے تھے؟" بہت دیر بعد آئمہ نے ہی لب کشائی کی تھی۔ آنکھیں رو رو کر جیسے تھک چکی تھیں مگر اس وقت اپنے من کے دیوتا کو سامنے پاتے

ایک دفعہ پھر سے خود پر بیتنے والی قیامت پر اشک بار ہو گئیں۔

"میں نے آپ کو کتنی دفعہ فون کیا مگر۔۔۔"

وہ بے بسی سے ہونٹ چباتے ارد گرد دیکھنے لگی۔ کمرے کی حالت بالکل بارز عباد کے وجود کی طرح ابتر تھی۔ بارز عباد کی نظریں ابھی تک اس کے چہرے پر بھٹک رہی تھیں۔ اس کا دل کیا کہ وہ اسے چھپا کر کہیں دور لے جائے۔ جہاں کوئی نہ ہو۔

اس نے اس کے دونوں ہاتھ تھامے اور پھر دونوں ہی گھٹنوں کے بل نیچے بیٹھ کر روتا چلا گیا۔ وقت سرکتا گیا۔ اس کا درد بڑھتا گیا۔

"میں تمہارے بغیر کیسے جیوں۔۔۔ اگر تمہارے پاس اس سوال کا جواب ہے تو یہاں سے جانا ورنہ۔۔۔" اس نے سرخ انگارہ آنکھیں اٹھائیں۔

آئمہ اسد کے وجود کا رواں رواں سسکنے لگا۔

"آپ کو لگتا ہے کہ ابھی تک ہم دونوں زندہ ہیں۔ جب میں یہاں سے رخصت ہوئی تھی تو خالی وجود ہی تھا میرے ساتھ، دل اور روح تو یہیں کہیں کھو گئے تھے۔" بارز عباد کو اپنے سوالوں کا جواب مل گیا تھا۔ وہ اس من موہنی لڑکی کو کتنی دیر تشنہ لبی سے دیکھتا رہا۔ پیاس تھی کہ بجھنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی اور پھر جیسے ہی اس نے اٹھنا چاہا تو اس کے ہاتھوں پر گرفت مضبوط کرتے بولا۔

"تھوڑی دیر بیٹھو پلیز۔۔۔ کیا مجھے عمر بھر کا زادِ راہ نہیں دو گی۔"

"بارز۔۔۔!" وہ اس کے ہاتھوں پر پیشانی ٹکاتے تڑپ تڑپ کر رو دی۔

"مجھے معاف کر دینا بارز! میں مجبور ہو گئی تھی۔ پلیز اپنی محبت کے ساتھ اتنی بڑی ناانصافی پر مجھے معاف کر دیں۔ میں بیٹی بن گئی۔ آپ کی محبت پر باپ کی عزت کو ترجیح دے بیٹھی۔"

"مجھے تم پر فخر ہے آئمہ۔۔۔ اگر تم محبت کو ترجیح دیتی تو ساری عمر گلہ رہتا۔" وہ آہستگی سے بولا۔

"آپ اتنے اچھے کیوں ہیں بارز۔" اسے یک لخت احساس ہوا کہ وہ کیا کھو چکی ہے۔

"کیونکہ تم خود بہت اچھی ہو۔" نرمی سے کہتے جیسے اس کے اندر سالوں پر محیط تھکن اترنے لگی۔

"میں آپ کو کبھی بھلا نہیں پاؤں گی۔ آپ ہمیشہ میرے دل کے کسی کونے میں خوب صورت یاد کی طرح رہیں گے۔"

"یہ میرے لیے اعزاز کی بات ہے کہ تم مجھے یاد رکھو گی۔ اور تم بھی ہمیشہ ایک خوب صورت و مقدس یاد کی طرح میرے دل کے سب سے خاموش کونے میں براجمان رہو گی۔"

وہ دھیرے دھیرے بولتا جیسے اس کے اندر نئی توانائیاں بھر رہا تھا۔ وہ پلکیں جھپکے بغیر یک ٹک اسے دیکھے جا رہی تھی۔ دونوں کے وجود اک نئی روشنی کے احساس کے منور ہو چکے تھے۔ اس نے اس کے ہاتھوں سے اپنے ہاتھ نرمی سے کھینچے اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"آج کے بعد تم جب بھی میری نظروں کے سامنے آؤ گی ان میں صرف اور صرف احترام ہو گی۔" وہ بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

"آج کے بعد میں جب بھی آپ کو دیکھوں گی میری نظروں میں فخر ہو گا۔" محبت کو معتبر کرنے والا شخص احترام کے ساتھ ساتھ میرے لیے باعث فخر بھی ہے۔ بارز اس دوران پہلی بار مسکرایا تھا۔

بہت مانوس سی مسکراہٹ تھی۔ دھیمی، پُردرد خود میں اک داستان سمیٹے روتی بلکتی مسکراہٹ۔

☼ ☼ ☼

"آئمہ! مجھے لگتا ہے کہ اب تمہیں ہسپتال جوائن کر لینا چاہیے۔" شادی کے ہفتے بعد وہ کھانے کی میز پر کہہ رہے تھے۔

"جی میں بھی یہی سوچ رہی تھی۔"

"تو ٹھیک ہے پھر ساتھ ہی نکلتے ہیں۔" وہ ناشتہ کر چکے تھے۔ استفہامیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگے۔

"آپ کا کیا خیال ہے مما؟" انہیں جواب دینے

سے پہلے اس نے ماما پارہ کی بھی رائے لینا چاہی۔

"مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے بیٹا! جاؤ ضرور جاؤ۔" وہ خوش دلی سے بولیں تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی جب انہوں نے نرمی سے اس کا ہاتھ تھاما۔

"میں بہت عرصہ تمہاری ہوں آئمہ! اب تو میری اللہ سے یہ ہی ایک دعا ہے کہ وہ جلد تمہاری گود بھر دے، کہ میری تنہائی دور ہو سکے۔"

وہ اچھی خاصی بوکھلا کر رہ گئی۔ نظریں بے اختیار ڈاکٹر عائش ملک کی طرف اٹھی تھیں جو لب بھینچے مسکراہٹ چھپا رہے تھے۔

"میں چینج کر کے آتی ہوں۔" اپنی گھبراہٹ پر قابو پاتے ہوئے بہت تیزی سے وہ وہاں سے کھسکی تھی۔ جبکہ وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا دیے۔

☼ ☼ ☼

"ماما کی خواہش پوری کرنے کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے آئمہ؟" وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی بالوں میں برش کر رہی تھی جب وہ نائٹ ڈریس تبدیل کرتے اس کے قریب آ کھڑے ہوئے۔

اس کے ہاتھ سے برش گرتے گرتے بچا۔ آج وہ سارا دن اپنے وجود پر ان کی نظریں محسوس کرتی رہی تھی اور اب رات ہوتے ہی وہ اس کی رائے جاننے کی منتظر اس کے روبرو تھے۔ ہڑبڑاتے ہوئے اس نے بالوں کو کیچر میں جکڑنا چاہا۔

"کھلا رہنے دو یار! اچھے لگ رہے ہیں۔" فرصت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے انہوں نے نرمی سے اس کا ہاتھ تھاما۔ تمام بال چاند چہرے کے ارد گرد بکھر گئے۔

ان کی اس جسارت پر اس کے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہونے لگے۔ وہ دو قدموں کا فاصلہ سمیٹتے اس کے بے حد نزدیک آ کھڑے ہوئے۔ ان کے کلون کی دھیمی خوشبو اسے حواس باختہ کرنے لگی۔

"مم..... مجھے نیند آ رہی ہے۔" بوکھلاتے ہوئے جیسے وہ راہ فرار تلاشنے لگی۔

"تو سو جاؤ۔ میں نے کب روکا ہے مگر ماما کی خواہش کے بارے میں ضرور سوچنا۔" اسے صوفے کی طرف بڑھتے دیکھ کر وہ پھر شرارت سے باز نہ آئے۔ ان کی نفیس سلجھی ہوئی طبیعت کو کسی صورت یہ گوارا نہ تھا کہ وہ اس معاملے میں اس سے ذرا بھی زبردستی سے کام لیتے۔ وہ اس وقت کا شدت سے انتظار کر رہے تھے جب وہ از خود ان کی قربت کی تمنائی ہوتی ان کے قریب آتی۔ اس کے لیے چاہے انہیں کتنا بھی انتظار کیوں نہ کرنا پڑتا وہ اس کے لیے تیار تھے۔

☼ ☼ ☼

"آؤچ....." وہ راؤنڈ لے کر پیشنٹ نمبر فائیو کی کنڈیشن کے بارے میں ڈسکس کرتی آ رہی تھی۔ ڈاکٹر عائش ملک بہت دھیان سے اس کی بات سن رہے تھے جب پاؤں مڑنے کی وجہ سے بائیں ٹانگ پر ہاتھ رکھتی نیچے بیٹھتی چلی گئی۔

"کیا ہوا؟" یک لخت وہ مڑے۔

"پاؤں مڑ گیا ہے..... اف اللہ!" بتانے کے ساتھ ہی وہ اٹھنے کی کوشش میں ناکام ہوتی کراہتے ہوئے دوبارہ بیٹھ گئی تو ڈاکٹر عائش ملک پریشانی سے جھکے۔

"وزن نہیں پڑ رہا پاؤں پر۔" ان کے متفکرانہ دیکھنے پر اس نے بتایا۔ انہوں نے ایک پل کے لیے کچھ سوچا اور پھر نرمی سے اس کے وجود کو بانہوں میں اٹھا لیا۔ بہت سی معنی خیز نظریں ان کی طرف اٹھی تھیں مگر وہ نظر انداز کیے اپنے پرسنل روم کی طرف بڑھ گئے۔ جبکہ وہ سب کو اپنی طرف متوجہ پا کر اچھی خاصی خجل ہو گئی۔ بہت آہستہ سے انہوں نے اسے بیڈ پر بٹھایا تھا۔ اس نے کافی حیرانی سے کمرے کو دیکھا۔ جو نفاست اور اعلا ذوق کا منہ بولتا ثبوت تھا۔

"کمرا تو بہت خوب صورت ہے۔" ستائش سے دیکھتے اس کے ہونٹ خود بخود تعریفی انداز میں ملے وہ دھیمے سے مسکرا دیے۔

"جب میں بہت تھک جاتا ہوں اور گھر جانے کی

سکت خود میں نہیں پاتا تو کچھ دیر یہاں آرام کرنے کے بعد گھر لوٹتا ہوں۔" اس کے پاؤں پر جھکتے ہوئے وہ تفصیلاً بولے۔

"مجھے لگتا ہے کہ موچ آ گئی ہے۔" معائنہ کرنے کے بعد وہ زیر لب بڑبڑائے تو وہ جو ابھی تک کمرے کو سراہتی نظروں سے دیکھ رہی تھی ان کی طرف متوجہ ہوئی۔ ان کا ہاتھ بہت نرمی سے اسے لمس مسیحائی عطا کر رہا تھا۔ اسے اس پل جیسے اپنے اور ان کے مابین رشتے کا شدت سے احساس ہوا۔ لمحے کے ہزارویں حصے میں اس نے پاؤں سمیٹا تھا اور پھر تیزی سے پاؤں کھینچنے کا مزہ بھی چکھ لیا۔

درد کی لہر اندر تک دوڑتی ہوئی محسوس ہوئی۔

"کیا ہوا.....؟" انہوں نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا اور پھر اس کے چہرے پر اذیت بھرے تاثرات دیکھتے ہوئے وہ سرعت سے اس کی طرف لپکے۔

"تم ٹھیک تو ہو؟ کیا زیادہ درد ہو رہا ہے۔ تم فکر نہیں کرو میں ابھی پین کلر دے دیتا ہوں، درد یوں غائب ہو جائے گا۔" چٹکی بجاتے ہوئے انہوں نے بچوں کی طرح اسے پچکارا تو نجانے کس احساس کے زیر اثر اس کی آنکھیں پانیوں سے بھرتی گئیں۔

"پلیز آئمہ! کچھ بتاؤ تو آخر کیا ہوا ہے؟" "اگر زیادہ درد ہے تو تم فکر نہ کرو ابھی ٹھیک ہو جائے گا۔" اس کے آنسو جیسے انہیں اندر تک تڑپا گئے۔ آئمہ نے بھیگی پلکیں اٹھائیں اور اسی لمحے ڈاکٹر عائش ملک کو احساس ہوا کہ وہ ان آنکھوں میں آنسو کبھی نہیں دیکھ سکتے۔ وہ تیزی سے اٹھے اور فرسٹ ایڈ بکس میں پین کلر تلاشنے لگے۔

"یہ لو..... انشاء اللہ درد ختم ہو جائے گا۔" ایک ہاتھ میں گولی اور دوسرے میں پانی کا گلاس لیے وہ پریشانی سے گویا ہوئے۔ اس نے خاموشی سے گولی نگلتے پانی پی لیا۔

"تمہاری آنکھوں میں آنسو مجھے بہت تکلیف دے رہے ہیں آئمہ! آئندہ میں کبھی ان آنکھوں میں آنسو نہ دیکھوں۔"

وہ نرمی سے اس کے آنسو صاف کرنے لگے پھر یکبارگی چونکے اور دھیرے سے مسکرا دیے۔ اس نے حیرانی سے ان کی طرف دیکھا۔

"جانتی ہو جب میں نے تمہیں پہلی بار دیکھا تھا تو میرے دل میں یہ خواہش بڑی شدت سے ابھری تھی کہ میں تمہیں چھو کر دیکھوں تم پر مجھے کسی باربی ڈول کا گمان گزرا تھا۔"

وہ انجانے میں ہی اس کے بھرتے زخموں کو ادھیڑ گئے تھے۔ پل میں اس کا وجود ساکت ہوا تھا۔ کتنی دیر تو وہ کچھ بول ہی نہ پائی۔ ڈاکٹر عائش ملک کا ہاتھ اس کے گالوں سے پھسلتے ہوئے اس کی صراحی دار گردن تک آ پہنچا تھا۔

"کبھی کبھی مجھے اپنی خوش بختی پر یقین نہیں آتا۔ مجھے لگتا ہے جیسے میں ابھی تک کسی خوب صورت خواب کے زیر اثر ہوں۔ آنکھیں کھولوں گا تو کچھ نہیں رہے گا سوائے دھند کے۔ ان پر بے خودی چھانے لگی۔ تم میرے لیے کیا ہو شاید تم کبھی نہ سمجھ سکو۔"

وہ اس کے چہرے پر جھکے مدہوشی سے کہہ رہے تھے۔ جذبوں نے ان کی آواز کو کافی حد تک بوجھل کر دیا۔ ان کی سانسوں کی پر حدت جھلسا دینے والی گرمی گالوں پر محسوس کرتے وہ جیسے ہوش میں آ گئی۔

میلوں کا سفر تھا جو وہ لمحوں میں طے کر گئی تھی۔

"پلیز۔" اپنے دونوں ہاتھ ان کے سینے پر رکھتے ہوئے وہ دبے دبے انداز میں چیخی تو وہ جو اس کی قربت میں مدہوش ہو رہے تھے بری طرح ٹھٹکے۔

"کیا ہوا؟" وہ حیران سے اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگے۔ جہاں انہیں وحشت اور ویرانیوں کے علاوہ کچھ نہ ملا۔

"میں، میں کچھ دیر آرام کرنا چاہتی ہوں۔" وہ نظریں چراتے ہوئے بولی۔ وہ یہاں سے غائب ہو جانا چاہتی تھی۔ ڈاکٹر عائش ملک کی گہری نظریں اسے اپنے وجود کے آر پار محسوس ہو رہی تھیں اور اس وقت وہ جس کیفیت کی زد میں تھی ان کے ساتھ کسی بھی قسم کا

مس ہی ہو کر جاتی جو وہ نہیں چاہتی تھی۔

"ٹھیک ہے تم آرام کرو۔" یک لخت وہ اٹھ کھڑے ہوئے ان کا انداز کچھ سنجیدہ سا تھا مگر اس وقت ان کے بارے میں سوچنے کے لیے اس کا دماغ بالکل حاضر نہ تھا۔ ان کے جاتے ہی وہ گھٹنوں میں سر دے کر تڑپ تڑپ کر رو دی۔ پاؤں کی تکلیف تو اس تکلیف کے آگے کچھ بھی نہ تھی جسے وہ اس وقت اپنے پورے وجود میں محسوس کر رہی تھی۔ محبت سے دستبردار ہونا اتنا جان لیوا نہیں ہوتا جتنا جان لیوا محبت کا حق دوسری جھولی میں ڈالنا ہوتا ہے۔ چاہے وہ مکمل استحقاق ہی کیوں نہ رکھتا ہو۔

"میں اتنی بہادر نہیں ہوں بارذ..... مجھ میں اتنا حوصلہ نہیں ہے۔" کتنے جتن کر کے اس نے اپنے ریزہ ریزہ وجود کو سمیٹا تھا مگر بکھرنے میں صرف لمحہ لگا۔

☼ ☼ ☼

"آسائش! یہ کیا پاگل پن ہے۔ آخر تم سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کرتیں۔" سارہ جھنجلاتے ہوئے بولی۔

"کیا..... کیا سمجھوں میں سارہ..... اور کیسے سمجھوں یہ دل نہیں مانتا..... کچھ بھی نہیں مانتا۔" اس نے بے بسی ولاچاری کی انتہاؤں کو چھوتے نظریں اٹھائیں تو ان آنکھوں کی ویرانی سارہ کے اندر تک اتر گئی۔

"یہ بے وقوفی ہے آسائش!" اس نے ایک اور کوشش کی۔

"مجھے یہ بے وقوفی بھی بہت عزیز ہے سارہ!" اس کی آنکھیں چھلک پڑیں۔

"جب وہ تمہارے سامنے تھا تو کیوں چپ رہیں، کیوں نہ بتایا کہ کتنا چاہتی ہو تم اسے تمہارے پاس وقت تھا، موقع تھا مگر تم نے اپنی بزدلی کی وجہ سے گنوا دیا اور اب جب تمہارے دامن میں کچھ نہیں بچا تو کیوں زندگی تیاگ رہی ہو۔ اپنے ممی پاپا کا ہی کچھ خیال کر لو۔"

سارہ کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کس طرح اپنی دوست کے بکھرے وجود کو سمیٹے۔

"میں بے بس ہوں سارہ! پلیز مجھے مجبور نہ کرو۔ اگر کچھ کرنا ہی چاہتی ہو تو میرے لیے دعا کرو۔ دعا کرو کہ وہ مجھے صرف ایک دفعہ مل جائے پھر میں اسے دوبارہ کبھی نہیں کھونے دوں گی۔" وہ دور خلاؤں میں دیکھتے افسردگی سے بولی۔

"تمہیں محبت نے سودائی کر چھوڑا ہے آسائش۔" اس کی آنکھوں سے تاسف جھلکنے لگا۔

"ہاں مجھے بھی ایسا لگ رہا ہے۔" وہ ہنسی، کتنی پھیکی اور دل کو تڑپانے والی ہنسی تھی۔ سارہ کو اس کی حالت پر شدید دکھ ہوا۔ وہ اپنی کزن اور عزیز از جان دوست کو ایک نظر دیکھ کر رہ گئی۔

☼ ☼ ☼

اس واقعہ کے بعد ان کے مابین خود بخود ایک فاصلہ سا پیدا ہو گیا۔ وہ عائش کے مہذبانہ انداز و اطوار سے بخوبی آگاہ تھی۔ اور ان کی شخصیت کا ٹھہراؤ اسے ہر ہر قدم پر بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر رہا تھا۔

ان گزرے ہفتے میں چند جملے ہوں گے جو انہوں نے بمشکل ادا کیے۔ وہ اس کے رویے سے ہرٹ ہوئے تھے اور اس کا اندازہ اسے بخوبی ہو چکا تھا۔ کئی دفعہ اس نے ان سے بات کرنے کی کوشش کی مگر پھر ان کے چہرے پر چھائی سنجیدگی نے اسے کچھ بولنے نہ دیا۔ ان کی بارعب شخصیت کا تاثر تھا ہی ایسا کہ مقابل بات کرنے سے پہلے دس بار سوچتا۔

وہ ٹائی کی ناٹ بنا رہے تھے جب وہ ان کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ افسردہ سی پشیمان سی۔

"آئی ایم سوری۔" دونوں کانوں کی لوؤں کو نرمی سے چھوتی وہ شرمندہ سی گویا ہوئی۔ "پلیز معاف کر دیں۔ اگر آپ میرے اس دن کے رویے سے ہرٹ ہوئے ہیں تو ایکسٹریملی ویری سوری۔"

انہوں نے ایک سرسری سی نظر اس پر ڈالی اور پھر وہاں سے ہٹ گئے۔ ہمتیں مجتمع کرتے ہوئے وہ ایک دفعہ پھر سے ان کے روبرو آ کھڑی ہوئی۔

"ایکچوئیلی اس دن میرے پاؤں میں بہت درد ہو رہا تھا۔ سو مس بی ہیو کر گئی۔ اب سوری بول رہی ہوں نا۔" وہ دھیمی آواز میں ندامت سے بولی۔ ان کی نظریں جیسے اس کے معصوم چہرے پر ٹھہری گئیں۔

"اس دن میں واقعی تمہارے رویے سے ہرٹ ہوا تھا۔ جانتی ہو اس دن تمہاری آنکھیں مجھے....."

"پلیز فارگیٹ اٹ۔" وہ نجانے کیا کہنے جا رہے تھے جسے وہ انہیں درمیان میں ہی ٹوک گئی۔

"میں سوری بول رہی ہوں نا۔" اس کے ہاتھ خود بخود ان کی ٹائی کی ناٹ درست کرنے لگے۔

ڈاکٹر عائش ملک کو خوشگوار سی حیرت ہوئی۔ شادی کے گزرے ان تین ماہ میں یہ پہلی پیش قدمی تھی جو اس کی طرف سے ہوئی تھی۔ ان کے ہونٹوں پر بڑی خوب صورت مسکراہٹ بکھری تھی۔ یہ منظر انہیں اتنا دلکش و دلفریب لگا کہ وہ بے ساختہ اس کی کمر کے گرد حصار قائم کر گئے۔ بوکھلاتے ہوئے اس نے ہاتھ کھینچے تھے۔

"وہ..... وہ آپ کو ہسپتال سے دیر ہو رہی ہے۔" اپنے اندر ابھرتی مزاحمت کی شدید خواہش کو اندر ہی اندر دباتے وہ بمشکل منمنائی جب وہ دلکشی سے مسکرا دیے۔

"آج پہلی بار ایسا ہو گا کہ میں ہسپتال دیر سے پہنچوں گا۔" ان کا موڈ بہت خوشگوار ہو گیا تھا۔

"مما..... مما نیچے ویٹ کر رہی ہوں گی۔" کوئی راہ فرار نہ پاتے جیسے اسے ایکدم مما کا خیال آیا۔

"کرنے دو۔" انہیں تو جیسے کسی کی پروا نہ تھی۔ وہ اس کی گھبراہٹ و بوکھلاہٹ کا بھرپور مزہ لے رہے تھے۔

اسے شدت سے احساس ہوا کہ وہ انہیں منا کر کتنی بڑی غلطی کر چکی ہے۔ اس سے تو وہ خفا ہی بھلے تھے۔

"کیا ہوا..... کیوں اتنا گھبرا رہی ہو میری باربی ڈول؟" اس کے چہرے پر جھکتے ہوئے انہوں نے لطیف سی شرارت کر ڈالی۔ اس کا پورا جسم کپکپانے لگا۔ دل پسلیوں میں پھڑپھڑانے لگا۔

اس میں اتنی ہمت بھی نہ تھی کہ وہ پلکیں ہی اٹھا سکتی۔ اس سے پہلے کہ وہ مزید کوئی شرارت کرتے اسی وقت ان کا سیل بجا اس نے بے ساختہ پرسکون سانس ہوا میں خارج کیا۔ جیب سے موبائل نکال کر پہلے انہوں نے نمبر چیک کیا اور پھر آن کرتے کان سے لگا لیا۔ دوسرا ہاتھ ابھی تک اس کی کمر کے گرد حمائل تھا۔

اس نے فون کرنے والے کو دل ہی دل میں ڈھیروں دعاؤں سے نوازا اور ان کا ہاتھ ہٹاتے دروازے کی طرف بڑھی۔ وہ اسے آنکھوں ہی آنکھوں میں رکنے کے لیے کہہ رہے تھے مگر جان بچی سو لاکھوں پائے کے مصداق وہ نظر انداز کرتی باہر کی طرف لپکی اور پھر ان کے ہسپتال روانہ ہونے تک وہ کچن میں مختلف کاموں میں مصروف رہی۔ ان کے جانے کے کچھ دیر بعد اس نے کال کر کے انہیں انفارم کر دیا کہ مما نے اسے ایمرجنسی میں آنے کو کہا ہے اور وہ مما کی طرف جا رہی ہے۔ وہ جلد سے جلد یہاں سے کھسکنا چاہتی تھی۔

ان دنوں وہ دو متضاد کیفیتوں کا شکار تھی۔ انہیں خفا بھی نہیں دیکھ سکتی تھی اور ان کی قربت بھی برداشت سے باہر تھی۔ اسے لگا اسے خود کو وقت دینا چاہیے۔ اسی لیے اسے جھوٹ کا سہارا لینا پڑا۔ مما اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئی تھیں۔ پاپا سے ملنے کے بعد وہ اپنے روم میں چلی آئی۔ پاؤں پر چوٹ کی وجہ سے وہ ان دنوں چھٹیوں پر تھی۔

بارذ سے اس کی ملاقات نہیں ہوئی تھی بقول مما کے اس کا زیادہ وقت آفس میں ہی گزرتا تھا۔ وہ بیڈ پر لیٹی مسلسل ڈاکٹر عائش ملک کے بارے میں ہی سوچے جا رہی تھی۔

"آخر یہ فرار کب تک، مجھے سنجیدگی سے اس رشتے کے متعلق سوچنا ہو گا۔ اگر پاپا کی عزت کی خاطر میں نے اس رشتے کو قبول کیا ہے تو پھر مجھے اپنے دل میں بھی وسعت پیدا کرنی ہو گی۔ اس سے پہلے کہ ان کے دل میں میرے متعلق کسی قسم کی بدگمانی پیدا ہو۔"

وہ آہستگی سے چلتی آئینے کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ اپنے خدوخال کو بغور دیکھتے ہوئے اس کی نظر اپنے

بائیں گال پر ٹھہری سی گئی۔ صبح ڈاکٹر عائشہ ملک کی پر استحقاق جسارت کا سوچتے اسے گال پر بے انتہا تپش کا احساس ہوا۔ اس نے آہستہ سے اپنے گال پر ہاتھ پھیرا۔ اسی وقت مما روم میں داخل ہوئیں۔

"آمنہ بیٹا! عائش تمہیں لینے آیا ہے۔" وہ بری طرح چونکتے ہوئے مما کی طرف پلٹی تھی۔

"مجھے ابھی ان کے ساتھ نہیں جانا۔" وہ اس وقت اتنی الجھی ہوئی تھی کہ کسی صورت ان کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھیں۔

"کیا مطلب؟" مما بے ساختہ ٹھٹکیں۔

"پلیز مما۔۔۔ میں کچھ دن آپ کے اور پاپا کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔"

"تو ٹھیک ہے مگر عائش سے بات تو کرلو۔" اس کا مگر وہ سمجھ نہیں پائیں۔

"نہیں۔۔۔ مجھے ان سے کسی قسم کی کوئی بات نہیں کرنی۔ آپ ان سے جاکر کہہ دیں کہ آپ مجھے روکنا چاہتی ہیں۔"

"سب ٹھیک تو ہے نا آمنہ!" وہ ایک دم پریشان ہو گئیں۔

"جی مما! سب کچھ ٹھیک ہے مگر میں تھوڑا وقت چاہتی ہوں۔"

"۔۔۔ یہ مطلب ہے تمہارا آمنہ! صاف صاف بات کرو۔" مما کی پریشانی پر انہونے سے اندیشے غالب آنے لگے۔

"میرا مطلب ہے کہ بس۔۔۔" اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ مما سے کس طرح بات کرے۔ پھر ہوا میں لمبا سانس چھوڑتے اس نے مما کے دونوں ہاتھ تھامے اور انہیں بیڈ پر بٹھاتے ہوئے بولی۔

"مما میں خود کو کچھ وقت دینا چاہتی ہوں۔ پلیز مجھے سمجھنے کی کوشش کیجیے۔"

"میں کچھ دن۔۔۔" اس کی آواز بھرا سی گئی۔

"عائش کا رویہ تو تمہارے ساتھ ٹھیک ہے؟" اب کی بار ان کا لہجہ کچھ ٹٹولتا ہوا تھا۔

"مما! ان کا رویہ میرے ساتھ بہت اچھا ہے۔ یہ تین ماہ جو میں نے ان کے ساتھ گزارے ہیں۔ ان میں ان کی شخصیت کے انوکھے باب ہی مجھ پر کھلے ہیں۔ مما! وہ اتنے اچھے ہیں کہ ان کی اچھائی نے مجھے یہ سوچنے پر مجبور کردیا ہے کہ اب جب میں ان کی طرف بڑھوں تو میرے دل میں ان کا سب سے اونچا' مقدم اور الگ مقام ہو۔ وہ بہت قیمتی انسان ہیں! مما اور میں ہر طرح سے فریش ہو کر ان کے روبرو جانا چاہتی ہوں۔ میں نے دیکھا ہے انہیں خود سے زیادہ دوسروں کی پروا کرتے تو کیا میں انہیں خوشیوں کے خالص چند پل نہیں دے سکتی۔" اس کی آنکھوں سے آنسو چھلکتے ہوئے اس کے گال بھگونے لگے۔ بہت سلجھے ہوئے انداز میں لفظوں کا چناؤ کرتے وہ مما کو بہت کچھ باور کروا چکی تھی۔

مما کو اس پر بے اختیار پیار آیا۔ کتنی سمجھ دار ہو گئی تھی وہ۔ کتنی مختلف تھی وہ آریز سے جو ان کی ذلت کا باعث بنتے نجانے اس وقت کہاں تھی اور ایک وہ تھی اپنے مما پاپا کی خوشی کی خاطر خود کو ایڈجسٹ کرنے کے لیے ہر طرح سے تیار کر رہی تھی۔

"مجھے تم پر فخر ہے آمنہ!" بھیگی پلکوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے انہوں نے اس کی پیشانی چومی اور پھر اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"سنو! اسے زیادہ انتظار مت کروانا۔ دوریاں بے تابیاں تو بڑھاتی ہی ہیں مگر کبھی کبھی بدگمانیاں پیدا کرنے کا سبب بھی بن جاتی ہیں۔"

جانے سے پہلے وہ پلٹتے ہوئے ہلکے پھلکے انداز میں گویا ہوئیں تو اس نے ہلکا سا مسکراتے سر اثبات میں ہلا دیا۔

☼ ☼ ☼

سارہ کا برتھ ڈے تھا اور اسے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس کے لیے کیا گفٹ خریدے۔ گفٹ شاپ پر کھڑی وہ کتنی دیر سے مختلف چیزوں کو ریجیکٹ کر رہی تھی جب اپنے قریب ابھری آواز کی طرف متوجہ ہوئی۔

"میں کافی دیر سے آپ کو واچ کر رہی ہوں۔ آپ کی نظر میں کوئی چیز جچ ہی نہیں رہی۔" وہ ہلکا سا مسکرا دی۔ آمنہ بے ساختہ چونکی۔ دھیمے مسکراتے ہونٹ جبکہ آنکھوں میں ہلکورے لیتا کوئی نامعلوم درد جو اتنا گہرا تو ضرور تھا کہ ان کو ویرانیاں سونپ گیا۔

"کیا میں آپ کی کوئی مدد کرسکتی ہوں؟" اسے نجانے کیا ہوا تھا کہ بے اختیار ہی کہہ گئی۔

آسائش نے اس دوران پہلی بار اسے بغور دیکھا تھا۔ یہ لڑکی اسے اپنی اپنی سی محسوس ہوئی۔

"ہاں کیوں نہیں۔" وہ شائستگی سے بولی۔

"کیا میں آپ کا گڈ نیم جان سکتی ہوں؟"

"آمنہ اسد۔۔۔" یکلخت وہ رکی پھر دھیمے سے مسکراتے دوبارہ بولی۔

"ڈاکٹر آمنہ عائش ملک۔۔۔" کہنے کے ساتھ ہی اس نے اپنا دایاں ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔

"آسائش۔۔۔ آسائش میر۔" اس نے اس کے پھیلے ہاتھ میں آہستہ سے اپنا ہاتھ دے دیا۔

"نائس ٹو میٹ یو۔۔۔"

"سیم ٹو یو ڈیئر۔۔۔" اور پھر دس منٹ کی بات چیت کے بعد وہ دونوں ایک دوسرے کو اپنے اپنے موبائل نمبر دے چکی تھیں۔

"آپ بہت خوب صورت ہیں آمنہ!" باہر نکلتے ہوئے اس کے کمنٹس اسے ایک بار پھر سے مسکرانے پر مجبور کر گئے۔

"تھینکس۔۔۔ اور آپ بہت دلکش ہیں۔"

"مجھے ایسے کمپلیمنٹس پہلے کبھی کسی نے نہیں دیے۔" وہ حیران ہوئی۔

"ہوں۔۔۔ اسی لیے میں نے ایسا کہا ورنہ کمپلیمنٹس آپ نے مجھے دیے ہیں وہ آپ سے پہلے ہزاروں لوگ دے چکے ہیں۔"

وہ بہت ہلکے پھلکے انداز میں بولی جب آسائش نے اس انوکھی لڑکی کے خوب صورت خدوخال سے سجے چہرے کو دھیرے سے دیکھا اور پھر دھیمے سے مسکرا دی۔ اپنی اپنی گاڑی کی طرف بڑھتے ہوئے نجانے کس کیفیت کے زیر اثر دونوں نے ہی پیچھے مڑ کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا تھا۔

☼ ☼ ☼

"آسائش تمہیں نہیں لگتا کہ تم ایک سراب کے پیچھے اپنی زندگی برباد کر رہی ہو۔ توڑ دو اس جمود کو' باہر نکل آؤ۔ سوائے اذیت کے تمہیں کچھ نہیں ملنے والا۔"

وہ جو سر جھکائے بیٹھی تھی۔ آہستہ سے سر اٹھا کر سامنے دیکھنے لگی۔ سامنے کچھ فاصلے پر کھڑے محو گفتگو شخص پر اسے کسی کا گمان گزرا۔ کتنی دیر وہ ساکت انداز میں سامنے دیکھتی رہی جب وہ شخص بیرونی گیٹ کی طرف بڑھا تو اس نے تیزی سے اٹھتے ہوئے اس کی طرف بھاگنا شروع کر دیا۔ جبکہ سارہ ہکا بکا اسے دیوانہ وار مین گیٹ کی طرف بھاگتے دیکھ کر خود بھی اس کے پیچھے چلی۔

"کیا ہوا ہے تمہیں۔۔۔ کیوں پاگلوں کی طرح بھاگ رہی ہو۔" اسے راستے میں ہی وہ دونوں کندھوں سے جھنجھوڑتے بولی۔

"سارہ' سارہ میں نے اسے دیکھا۔۔۔ سارہ آج میں نے اسے پانچ سالوں بعد دیکھا۔ وہ ہی تھا سارہ' وہ بالکل نہیں بدلا' وہ ویسا ہی ہے۔"

اس کی بانہوں میں مچلتے ہوئے وہ ایک ہی سانس میں بولی تو سارہ نے بے اختیار اردگرد نظر دوڑائی دور دور تک اسے کسی شخص پر بھی اس کا گمان نہ گزرا۔

"آسائش! تم پاگل تو نہیں ہو گئی کہاں ہے وہ؟"

اسے اس کی دماغی حالت پر شبہ ہوا۔

"سارہ! میرا یقین کرو میں نے اسے ہی دیکھا تھا۔ میں اس کی طرف بھاگی بھی تھی مگر میرے قریب پہنچنے سے پہلے ہی وہ مین گیٹ سے ہوتا اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔ اس۔۔۔ اس کا مطلب ہے سارہ کہ وہ اسی شہر میں ہے۔ اب میں اسے ضرور ڈھونڈ لوں گی۔"

سارہ نے اس کے لرزتے وجود کو آہستہ سے تھاما۔

"اگر واقعی تم نے اسے دیکھا ہے تو ہم اسے ضرور

ڈھونڈ نکالیں گے۔ اپنی دوست کی حالت پر اس کی آنکھیں بھی اشک بار ہو گئیں۔ پھر اس نے مین گیٹ کی طرف بڑھتے پارک میں موجود لوگوں پر سرسری سی نظر ڈالی کوئی بھی ان کی طرف متوجہ نہ تھا۔

اور پھر اک موہوم سی امید کے تحت وہ روز پارک آنے لگی۔ کبھی سارہ اس کے ساتھ ہوتی اور کبھی وہ تنہا ہی نکل پڑتی۔

"اللہ جی مجھے صرف ایک دفعہ اس سے ملوا دے۔ میں تیرا یہ احسان ساری زندگی نہیں بھولوں گی۔" آسمان کی وسعتوں میں نظریں دوڑاتے وہ دل کی تمام شدتوں کو زبان پر لے آتی مگر پھر ہر بار مایوس لوٹتے ہوئے بھی اس کے دل کی امید نہیں ٹوٹتی تھی۔

☆ ☆ ☆

"انسانوں کو اپنی خواہشوں کے پیچھے پاگل نہیں ہونا چاہیے۔ ورنہ اس کے ہاتھ سوائے پچھتاوں کے کچھ نہیں آتا اور پچھتاوے بھی ایسے جو کسی زہریلے ناگ کی طرح اس کی پوری زندگی کی آسودگی کو نگل جاتے ہیں۔ خواہش ضرور کرو مگر اس کے پیچھے دیوانہ وار بھاگنے سے پہلے یہ ضرور سوچ لو کہ آپ کی خواہش کہیں آپ کی پوری زندگی کو تو تباہ نہیں کر رہی۔ محبتوں کا احساس ہی اس وقت ہوتا ہے جب وہ آپ سے چھن جاتی ہیں۔ اپنوں کی چاہت اس وقت رلاتی ہے جب اپنوں کا ساتھ نہیں ملتا۔"

اس کی آنکھیں آنسو چھلکانے لگیں تو اس نے اپنا چہرہ بلیک بورڈ کی طرف موڑ لیا۔ سب بچیاں خاموشی سے اپنی ٹیچر کی کمر پر جھولتی چوٹی کو دیکھتی رہیں۔ انہیں اپنی یہ ٹیچر بہت پسند تھی۔ ٹھہر ٹھہر کر بولنے والی۔ اچھے برے میں تمیز بتانے والی۔

"مس! آپ کو میڈم بلا رہی ہیں۔" چپراسی کی آمد پر وہ سر اثبات میں ہلاتے آفس کی طرف بڑھ گئی۔

"مے آئی کم ان میم۔"

"ہاں آؤ آؤ۔" وہ جو کچھ لکھنے میں مصروف تھیں سر اٹھاتے ہوئے بولیں۔

"آپ نے مجھے بلایا......"

"ہاں بیٹھو۔"

"اس ٹرم میں آپ کی کلاس کا رزلٹ بہت شاندار رہا ہے۔ اگر آپ اسی طرح محنت کرتی رہیں تو اس سال بیسٹ ٹیچر کا ایوارڈ ضرور ون کر لیں گی۔" وہ خوش دلی سے بولیں تو وہ دھیمے سے مسکرا دی۔

"تھینک یو میم۔"

"آپ ایک بہت اچھا اضافہ ہو ہمارے اسکول میں۔ یقیناً بہت جلد آپ اپنا الگ مقام بنا لیں گی۔" میڈم کے ہونٹوں سے نکلنے والا ہر تعریفی لفظ اس کا حوصلہ بڑھا رہا تھا۔

آفس سے باہر آنے تک اس کی آنکھیں بھیگ چکی تھیں۔ اسی دھند میں وہ ٹھیک سے دیکھ نہ سکی اور کسی سے بری طرح ٹکرا گئی۔

"او آئی ایم سوری سر! میں آپ کو دیکھ نہ سکی۔" مقابل نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ اس کی آنکھیں اس کے سوگوار حسن پر جم کر رہ گئی تھیں جبکہ وہ اس سب سے بے خبر دوپٹے کے پلو سے آنکھیں رگڑتی اس کے قریب سے گزرتی ہوئی اپنی کلاس کی طرف بڑھ گئی۔

"لڑکی میں کچھ بات تو ضرور ہے۔" ہلکا سا بڑبڑاتے ہوئے وہ اندر کی طرف بڑھ گیا۔

"مما! یہ جو تھوڑی دیر پہلے آپ کے روم سے لڑکی نکلی وہ کون ہے؟" اندر آتے ہی اس نے پوچھا تو میڈم نے آنکھوں سے چشمہ ہٹاتے ہوئے اسے زبردست گھوری سے نوازا۔ وہ اچھا خاصا بوکھلا کر رہ گیا۔

"وہ.... وہ میرا مطلب ہے کہ پہلے تو اسے کبھی نہیں دیکھا۔" کان کھجاتے اس نے کن انکھیوں سے ان کے تاثرات نوٹ کرنے چاہے جو پھر سے اپنے کام میں مصروف ہو چکی تھیں۔ اپنے بیٹے کی حسن پرست طبیعت سے وہ اچھی طرح واقف تھیں۔

"کس لیے آئے ہو؟" کام ختم کرتے ہوئے وہ سنجیدگی سے اس کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"آپ تو جانتی ہی ہیں۔" اس نے مسکراتے ہوئے

ان کی طرف دیکھا تھا۔

☆ ☆ ☆

بہت دنوں بعد آج اس کا سامنا بارز عباد سے ہوا تھا۔ ایک پل کے لیے دونوں کی نظریں ٹکرائی تھیں مگر پھر لمحے کے ہزارویں حصے سے بھی پہلے دونوں نے اپنی اپنی نظروں کا زاویہ بدلا۔

"کھانا لگاؤں؟" وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا جب اس نے پوچھا۔

"نہیں.... مجھے بھوک نہیں ہے۔" آہستہ سے کہتے ایک دفعہ پھر سے اس کے قدم اپنے کمرے کی طرف بڑھے۔

"مجھے آپ سے بات کرنی ہے بارز!" پیچھے سے آتی اس کی مدھم آواز پر اس کے قدم ٹھٹکے۔ کچھ دیر وہ اس کی طرف پشت کیے ہی کھڑا رہا پھر آہستہ سے چلتے سامنے موجود صوفے پر جا بیٹھا۔

"بارز! یہ کیا حرکت ہے۔ آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟" اس نے نظریں اٹھائیں۔ استفہامیہ نظروں میں صاف درج تھا کہ وہ اس کی بات نہیں سمجھا۔ وہ اپنے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو بغور دیکھنے لگی۔

"اگر میں آپ کو اتنا ٹوٹا بکھرا اور شکست خوردہ دیکھوں گی تو پھر اپنی ازدواجی زندگی میں سکون سے نہیں رہ پاؤں گی۔ کتنے بڑے بڑے دعوے کیے تھے آپ نے۔ یاد کیجیے اپنے وہ الفاظ جب آپ نے کہا تھا کہ میں زندگی گزاروں گا اور جیوں گا بھی۔ کیا ایسے زندگی جی جاتی ہے؟ آپ نے تو میرے اندر حالات سے سمجھوتا کرنے کے لیے نئی توانائیاں بھری تھیں اور آج آپ کو اتنا منتشر دیکھ کر میرے دل پر کیا گزر رہی ہے کاش آپ اس کا اندازہ لگا سکتے۔"

اس کی آواز میں نمی سی گھلتی گئی۔ بارز نے چونکتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔

"آپ نے تو کہا تھا کہ جب بھی میں آپ کے سامنے آؤں گی آپ کی آنکھوں میں احترام ہو گا مگر اس سے بھی بہتر تھا کہ آپ مجھے کہتے کہ میں ساری زندگی کبھی آپ کے سامنے نہ آؤں۔ مجھ میں حوصلہ نہیں ہے آپ کی آنکھوں کی ویرانیاں سہنے کا۔ کیوں اس طرح کے بی ہیویئر سے مجھے تکلیف دے رہے ہیں کیوں میرے لیے زندگی مزید تنگ کر رہے ہیں۔ جانتے ہیں مما پاپا کو آپ کی کتنی ضرورت ہے۔ وہ منہ سے نہیں کہتے کیونکہ وہ آپ کی اندرونی توڑ پھوڑ سے آگاہ ہیں مگر ان کی نظریں جب بھی آپ کی طرف اٹھتی ہیں ان میں ایک حسرت ہوتی ہے "آپ کو خوش دیکھنے کی حسرت۔ میں نے کہا تھا کہ ہم محبت کو خود پر ہنسنے کا موقع نہیں دیں گے۔ بہادر بن کر دکھائیں گے۔ کیا ایسی ہوتی ہے بہادری۔ جو درد آپ کو ملا ہے میں بھی تو اسی درد سے گزری ہوں۔"

اس کی آنکھیں آنسو برسانے لگیں۔ بارز ساکت بیٹھا یک ٹک اس کے معصوم چہرے کی طرف دیکھتا رہا۔ وہ دوپٹے کے پلو سے بے دردی سے آنکھیں رگڑنے لگی۔ اسے شدت سے احساس ہوا کہ وہ آج بھی ان آنکھوں میں آنسو برداشت نہیں کر سکتا۔

"آئی ایم سوری آنٹی! فار ایوری تھنگ اور تھینکس میری غلطی کا احساس دلانے کے لیے۔" کافی دیر بعد وہ بولا تھا۔

"آئندہ تایا ابو، تائی امی اور تمہیں مجھ سے کسی قسم کی کوئی شکایت نہیں ہو گی۔ میں بھول گیا تھا کہ جس درد سے میں گزر رہا ہوں وہی درد تم نے بھی سہا ہے۔ میں خود کو بدلنے کی پوری کوشش کروں گا۔ مگر پلیز آئندہ میں تمہاری آنکھوں میں کبھی آنسو نہ دیکھوں۔" یک لخت وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"تھینکس بارز!" دھیما سا مسکراتے ہوئے وہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔

وہ بھی ہلکا سا مسکرایا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

صبح وہ بالکل الگ روپ میں ان کے سامنے آیا تھا۔ مما پاپا کے ساتھ باتیں کرتے دھیرے دھیرے مسکراتے بارز عباد کو اس نے کافی مطمئن نظروں سے دیکھا تھا۔

میری اللہ سے سچے دل سے یہ دعا ہے بارز! کہ وہ ایسی لڑکی کو آپ کی زندگی میں بھیجے جو آپ کے اندر کی ساری تشنگی سمیٹ لے اور آپ کی آنکھوں میں محبت کا اک نیا جہان آباد کردے۔" آسمان کی وسعتوں میں دیکھتے ہوئے اس نے دل کی تمام تر گہرائیوں سے دعا کی تھی۔

☼ ☼ ☼

"ایکسکیوزمی مس! میری بات تو سنیں۔" وہ اس کے سامنے آکھڑا ہوا۔ اگر وہ بروقت نہ رکتی تو یقیناً" اس سے ٹکرا جاتی۔ اس نے کھا جانے والی نظروں سے اسے گھورا۔

"مسئلہ کیا ہے آپ کے ساتھ کیوں مجھے پریشان کر رہے ہیں؟"

"آپ میرا مسئلہ اچھی طرح جانتی ہیں۔" وہ ڈھٹائی کی ساری حدوں کو پیچھے چھوڑ چکا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ کس طرح اس سے اپنا پیچھا چھڑائے۔

"دیکھیے مسٹر۔ آپ جس طرح کی لڑکی مجھے سمجھ رہے ہیں میں ویسی نہیں ہوں۔ پلیز بار بار میرے راستے میں آنا اور مجھے پریشان کرنا چھوڑ دیں۔ آپ میڈم کے بیٹے ہیں اسی وجہ سے میں اب تک آپ کی بدتمیزی برداشت کرتی آرہی ہوں ورنہ آپ کا منہ توڑنا بھی میں بخوبی جانتی ہوں۔" وہ دانت پیستے ہوئے بولی۔

"اچھا تو تم میرا منہ توڑو گی ہو کیا چیز تم میں تمہیں اپنی برداشت سے بہت زیادہ ٹائم دے چکا ہوں۔ سیدھی طرح سے میری بات مان لو ورنہ مجھے زبردستی بھی کرنی آتی ہے۔"

ایک دم ہی اس نے شرافت کا چولا اتار پھینکا تھا۔ اس کے تیور دیکھ کر وہ اچھی خاصی گھبرا گئی۔ ایک سہمی ہوئی نظر اس کے سنجیدہ چہرے پر ڈال کر وہ تقریباً" دوڑنے والے انداز میں بس کی طرف بڑھی تھی۔ اس معاشرے میں عزت سے جینا کتنا مشکل تھا اسے اچھی طرح اندازہ ہو چکا تھا۔ اسے ایک دفعہ پھر سے اپنی غلطی کا شدت سے احساس ہوا۔

☼ ☼ ☼

دروازہ کب سے بج رہا تھا مگر وہ سستی سے لیٹی رہی۔ صبح سے ہی اس کی طبیعت کافی خراب تھی۔ سر بری طرح سے چکرا رہا تھا وہ خود میں ذرا بھی ہمت نہیں پا رہی تھی کہ اٹھ کر دروازہ ہی کھول دیتی مگر دروازہ پیٹنے والا بھی کوئی ڈھیٹ ہی واقع ہوا تھا۔ بیزاری سے اٹھتے ہوئے اس نے بغیر دیکھے ہی دروازہ کھول دیا مگر پھر جو شخص اسے نظر آیا اسے دیکھتے ہی اس کے چودہ طبق روشن ہو گئے۔ خوف سے پورے جسم میں اک پھریری سی دوڑ کر رہ گئی۔ اس نے جلدی سے دروازہ بند کرنا چاہا جب وہ اس کے منہ پر ہاتھ رکھتے دروازہ دھکیل کر اندر داخل ہو گیا۔

دروازہ بند کرتے وہ اسے گھسیٹتا ہوا اندر لے آیا اور پھر کسی بے جان گڑیا کی طرح اسے بیڈ پر لا پٹخا۔ وہ اس حد تک خوف زدہ ہو گئی کہ چند لمحوں کے لیے کچھ بول ہی نہ سکی۔

"تم پر میں ضرورت سے زیادہ وقت برباد کر چکا ہوں مگر تمہاری بے جا ضد نے مجھے یہ سب کرنے پر مجبور کیا ہے۔ کیا سمجھتی ہو تم کہ مجھ سے بچ سکتی ہو۔ ارے شہریار عارف کی نظر جس کبوتری پر پڑ جائے وہ اتنی آسانی سے اسے نہیں چھوڑتا۔"

اس کے دوپٹے کے بغیر وجود کو حریص نظروں سے دیکھتے وہ خباثت سے مسکرایا۔ اس نے بے ساختہ خشک ہونٹوں پر زبان [illegible] تنہا عورت کا اس دنیا میں عزت سے جینا کتنا مشکل ہے اس کا اندازہ اسے بخوبی ہو چکا تھا۔ [illegible] بیڈ روم میں خود سے چند قدم کے فاصلے پر کھڑا دیکھ [illegible] کی ساری اکڑ کہیں دور جا سوئی تھی۔ یہ وقت [illegible] نہیں بلکہ عقل سے کام لینے کا تھا۔ ہوش گنوا کر [illegible] اپنی عزت سے ہاتھ دھو سکتی تھی۔

"دیکھو شہریار [illegible] تم جیسی لڑکی مجھے سمجھ رہے ہو میں ویسی نہیں ہوں۔ وقت کی ستائی ہوئی ہوں' عزت سے جینا چاہتی ہوں۔ پلیز میری زندگی میرے لیے مزید تنگ مت کرو۔ میرے پاس جینے کے لیے کچھ تو رہنے دو۔"

آنسو بہاتے ہوئے اس نے اس کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔

"کیوں پریشان ہوتی ہو جانم میں ہوں نا' تمہارے سب دکھ دور کردوں گا۔"

وہ ہوس ناک نظریں اس کے کپکپاتے وجود پر جمائے بیڈ کی طرف بڑھا۔ خود کو مکمل طور پر بے بس محسوس کرتے اس نے چیخنا چاہا جب اس کا ہاتھ تیزی سے اس کے ہونٹوں کو دبا گیا۔ اس نے زور سے اس کے ہاتھ پہ دانت گاڑ دیے ہاتھ ہٹنے میں لمحہ لگا۔ دہشت و خوف سے پھیلی آنکھیں اسے مزید دیوانہ کر گئیں۔

"پلیز پلیز مجھے چھوڑ دو۔۔۔ تمہیں اللہ کا واسطہ ہے۔" گھٹی گھٹی آواز میں وہ گڑگڑائی مگر پھر بھی اس کی آنکھوں میں اسے ذرہ برابر رعایت نظر نہ آئی۔

"تم جیسے شیطان کو اللہ بھسم کیوں نہیں کردیتا۔ ڈرو رب کے قہر سے اور اپنی حرکتوں سے باز آجاؤ۔" کوئی راہ فرار نہ پاکر وہ زہر خند انداز میں پھنکاری تو وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"میں کب سے حیران تھا کہ آخر کہاں گئی تمہاری اکڑ' تمہارا غصہ۔ یہی تمہارا غصہ تو مجھے پاگل کردیتا ہے کہ میں حواس کھونے لگتا ہوں۔ دیوانہ کردیتا ہے تمہارا یہ روپ۔" کلائی سے دبوچتے ہوئے اس نے اسے اپنی طرف کھینچا۔ وہ اس کی بانہوں کے گھیرے میں بن پانی کے مچھلی کی طرح تڑپنے لگی۔

"اے اللہ میری مدد کر۔ اس شیطان سے مجھے بچالے۔" آخری لمحوں میں ہچکیوں سے روتے ہوئے اس نے دل کی تمام تر شدتوں سے اللہ کو آواز دی تھی۔ اور اللہ نے بھی اپنے بے بس انسان کو تنہا نہ چھوڑا تھا۔ سائیڈ ٹیبل پر پڑے گلدان سے جیسے ہی اس کا ہاتھ ٹکرایا اس نے اٹھاتے ہوئے پوری طاقت سے اس کے سر پر دے مارا۔ کراہتے ہوئے جیسے ہی اس کی گرفت ڈھیلی پڑی وہ پھرتی سے دروازہ کھولتے ہی باہر کی طرف دوڑی۔ رات کی تیرگی چہار سو چھا چکی تھی۔ سڑک پر آتے ہی اس نے اندھا دھند بھاگنا شروع کردیا جب کسی گاڑی سے بری طرح ٹکرائی اور پھر کٹی پتنگ کی طرح سڑک پر گرتے ہی وہ ہوش و حواس سے بیگانہ ہو گئی۔

☼ ☼ ☼

اسے جب ہوش آیا تو اس نے خود کو بیڈ پر لیٹے ہوئے پایا۔ کتنی دیر وہ سیدھی لیٹی چھت کو گھورتی رہی پھر جیسے ہی گردن موڑ کر دائیں طرف دیکھا اس کی آنکھیں ساکت رہ گئیں۔

"مم' مما!" کتنی دیر کے بعد اس کے ہونٹوں نے بے آواز جنبش کی اور آنکھیں پانیوں سے بھرتی چلی گئیں جبکہ سنبل بیگم لب بھینچے خاموشی سے اس کی طرف دیکھتی رہیں۔ وہ سرعت سے اٹھی اور ان کے قدموں میں سر رکھ کر زار و قطار رونے لگی۔

"مجھے معاف کردیں مما! پلیز مجھے معاف کردیں۔ میں بہت بری ہوں۔"

اس کی حالت کے پیش نظر انہوں نے آہستہ سے اسے اٹھاتے ہوئے بیڈ پر بٹھا دیا۔ اس کے سر پہ گہری چوٹ آئی تھی جس پہ پٹی بندھی ہوئی تھی۔

"تم لیٹ جاؤ' تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔" سنجیدگی سے کہتے وہ اٹھ کھڑی ہوئیں۔ انہوں نے اک تاسف بھری نظر اس کے سسکتے وجود پر ڈالی ان کی ممتا اسے خود میں سمونے کے لیے مچلنے لگی مگر وہ سختی سے اپنی خواہش کو اندر ہی دباتے باہر کی طرف بڑھ گئیں جبکہ اریبہ گھٹنوں میں سر دیے سسک پڑی۔

☼ ☼ ☼

اسے گھر لوٹے ہفتہ ہو گیا تھا۔ اس نے سب سے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگی تھی مگر ابھی تک سب کا رویہ اس کے ساتھ کافی سرد تھا۔ بارز عباد نے تو اس کی طرف دیکھنا بھی گناہ تصور کر لیا تھا۔ آئمہ کی ڈاکٹر عائش ملک کے ساتھ شادی کا سن کر اسے ازحد دکھ ہوا تھا۔ اس کی غلطی کی وجہ سے آئمہ کو اپنی محبت کی قربانی دینی پڑی تھی۔ ان دونوں کی محبت کی تو وہ خود گواہ تھی اور بارز عباد۔ وہ کتنا بدل گیا تھا۔ پہلے سی شوخی شرارت تو جیسے

اس ثناں مشغول ہو کر رہ گئی تھی۔

"میری وجہ سے ہی دونوں الگ ہوئے ہیں نا تو اب میں ہی دونوں کو ملواؤں گی۔" آنکھیں موندتے ہوئے اس نے ڈاکٹر عائش ملک سے بات کرنے کے بارے میں سوچا۔

صبح فجر کی نماز پڑھ کر وہ جیسے ہی لان میں آئی آئمہ کو پہلے ہی کرسی پر براجمان پایا۔

"آنکھیں بند کیے کرسی کی بیک پر سر ٹکائے ہوئے تھی۔ کتنی کمزور اور زرد سی لگ رہی تھی۔ آنکھوں کے نیچے حلقے بھی نمایاں ہونے لگے تھے۔ اس کے دل کو بے ساختہ کچھ ہوا۔ اپنی چھوٹی بہن کی اندرونی حالت کا اندازہ اسے کسی حد تک ہو چکا تھا۔ وہ خاموشی سے اس کے برابر آکر بیٹھ گئی۔ اس کی موجودگی محسوس کرتے آئمہ نے آنکھیں کھول دی تھیں۔

"مجھے معاف کر دو آئمہ! میں نے تمہارے اور بارز کے ساتھ بہت برا کیا مگر میرا یقین کرو ایسا میں نے کبھی نہیں چاہا تھا۔ میری اک خواہش نے بہت سی زندگیوں کو برباد کر دیا۔" اس کی آواز نم ہونے لگی۔

"جو قسمت میں لکھا تھا وہ تو ہو کر رہنا تھا۔" وہ بہت آہستہ سے بولی تھی۔

"میں خالی ہاتھ رہ گئی ہوں آئمہ! میرے دامن میں کچھ نہیں بچا۔"

"محبت سے بچھڑنے کا درد کتنا پر اذیت ہوتا ہے میں اچھی طرح جانتی ہوں۔ اپنی قسمت میں تو یہ درد میں نے خود لکھوایا ہے مگر میں تمہیں یہ درد نہیں سہنے دوں گی۔" آئمہ بری طرح چونکی۔

"کیا مطلب؟" اس کے اردگرد عجیب سے خدشے رقص کرنے لگے۔

"تم اور بارز..... میں ملواؤں گی تمہیں۔"

"یہ، یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔" وہ اتنی بڑی بات اتنی آسانی سے کہہ دے گی اسے یقین نہ آیا۔

"میں ٹھیک کہہ رہی ہوں آئمہ! میں جس تکلیف سے گزر رہی ہوں۔ نہیں چاہتی کہ تم دونوں بھی وہی تکلیف وہی درد برداشت کرو۔"

"آپ..... آپ محبت کرتی ہیں عائش سے؟" کافی دیر بعد وہ بولی۔ اسے اپنی آواز دور کھائی سے آتی ہوئی محسوس ہوئی۔

"ہاں..... بہت زیادہ محبت کرتی ہوں۔ میری ایک غلطی نے مجھ سے میری محبت چھین لی۔ میرے اپنے پیاروں کو مجھ سے دور کر دیا۔"

وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ وہ کتنی دیر خالی خالی نظروں سے اس کے سسکتے وجود کو دیکھتی رہی اور پھر خاموشی سے اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

اب کہنے سننے کو کچھ نہ بچا تھا۔ اسے اپنا وجود ٹکڑوں میں کٹتا ہوا محسوس ہوا۔ اپنے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے اس کی ٹانگیں کپکپا رہی تھیں۔ ساری رات ایک لمحے کے لیے بھی اس کی آنکھ نہ لگی۔ صبح ہوتے ہی اس نے سب سے پہلا کام ڈاکٹر عائش ملک کو فون کرنے کا کیا۔

☆ ☆ ☆

وہ کب سے اس کا انتظار کر رہے تھے جب اسے گلاس ڈور دھکیل کر اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کے قریب پہنچ کر بہت آہستگی سے اس نے سلام کیا تھا۔ وہ خاموشی سے یک ٹک اس کی طرف دیکھتے رہے۔ وہ اس چہرے کو پندرہ دنوں کے بعد دیکھ رہے تھے اور یہ پندرہ دن انہوں نے کیسے گزارے تھے یہ صرف وہ ہی جانتے تھے۔ آنکھیں تھیں کہ اس کے چہرے پر سے ہٹنے کو تیار ہی نہ ہو رہی تھیں۔ دل کیا وہ اس کا ہاتھ تھامیں اور ان ہنستے مسکراتے چہروں سے کہیں دور خوابوں کے نگر لے جائیں۔ جہاں کوئی ذی روح نہ ہو۔ وہ ہوں اور چاہت کی خوشبو میں مہکتا اس کا وجود ہو۔ کیسی وارفتگی و بے خودی تھی کہ چند پلوں کے لیے وہ خود سے بھی غافل ہو گئے۔

ان کی محویت پر وہ بے وجہ ہی انگلیاں مروڑتے اردگرد دیکھنے لگی۔

"مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے۔" اس نے جیسے ان کے تسلسل کو توڑنا چاہا۔ وہ بری طرح چونکے اور پھر اثبات میں سر ہلاتے اسے بیٹھنے کا اشارہ کر کے خود بھی بیٹھ گئے۔

"ہاں کہو..... کیا کہنا چاہتی ہو؟" وہ خود کو کافی حد تک سنبھال چکے تھے۔ انداز نرم مگر سنجیدگی سے پُر تھا۔ نظریں جھکاتے ہوئے وہ اپنے اضطراب پر قابو پانے لگی۔

انہوں نے بہت گہری نظر اس کے متذبذب چہرے اور جھکے سر کی سیدھی مانگ پر ڈالی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ مما نے انہیں کیا کہا تھا مگر ان کے سنجیدہ خدوخال ان کی ناراضی کا بہت آسانی سے پتہ دے رہے تھے۔

"آپ مجھ سے ناراض ہیں؟"

کہنا کچھ چاہتی تھی مگر کہہ کچھ گئی۔

"تمہیں میری ناراضی کی پروا ہے؟" لہجہ سادہ تھا مگر اس کے باوجود وہ اندر تک شرمندہ ہو گئی۔

"میں تمہارا بی ہیویئر سمجھ نہیں پا رہا آئمہ! جو تمہارے دل میں ہے وہ مجھے صاف صاف بتا دو مگر پلیز آنکھ مچولی کا کھیل بند کر دو۔" اس کے جھکے سر کو دیکھتے ہوئے وہ بہت سنجیدگی سے بولے تھے۔ اس نے آہستہ سے سر اٹھایا۔

"اریزا آپی واپس آ چکی ہیں۔" اپنی طرف سے اس نے ایک ہی جملے میں کافی کچھ باور کروا دیا۔ وہ چونکے مگر پھر اگلے ہی پل پر سکون انداز میں گویا ہوئے۔

"تو.....؟" لہجہ اتنا ہموار تھا کہ اس دوران پہلی بار اس نے ان کی آنکھوں میں براہ راست دیکھا جہاں اس کے ساتھ کی طلب واضح تھی جو اسے نظریں چرانے پر مجبور کر گئی۔ اس کے اندر عجیب سی توڑ پھوڑ ہونے لگی۔ بہت مشکل سے اس نے اس توڑ پھوڑ کو باہر آنے سے روکا۔

"انہیں اپنی غلطی کا احساس ہے۔ بہت پچھتا رہی ہے۔ بالکل ٹوٹ چکی ہے۔ مگر کوئی بھی پہلے والی جگہ دینے کو تیار نہیں۔"

"مجھے کسی وضاحت کی، کسی تفصیل کی ضرورت نہیں۔ میں سمجھ نہیں پا رہا کہ یہ سب آخر تم مجھے کیوں بتا رہی ہو۔ اگر تم صرف اور صرف اپنے بارے میں بات کرو گی تو زیادہ بہتر ہو گا۔" بولنے کے دوران ہی انہوں نے اسے ناگواری سے ٹوک دیا۔

اس کی آنکھوں کی سطح گیلی ہونے لگی۔ پلکیں جھپک جھپک کر اس نے سارے آنسو اندر ہی کہیں اتار لیے۔

"وہ آپ سے بہت محبت کرتی ہیں اور آپ کی زندگی میں لوٹنا چاہتی ہیں۔"

"وات.....!" ان کے ماتھے پر شکنوں کا جال بننے لگا۔ وہ اپنی زندگی میں بہت کم غصے میں آتے تھے مگر اس وقت انہیں شدید غصہ آیا۔ اریزا پر نہیں بلکہ آئمہ پر جو اس کی وکالت کرنے ان کے روبرو آ بیٹھی تھی۔

"محبت..... کیا جانتی ہو تم محبت کے بارے میں؟" بھرپور طنزیہ نظروں سے انہوں نے اس کی طرف دیکھا۔ یہ ان کی شخصیت کا خاصا تو نہ تھا مگر اس وقت وہ جس کیفیت کے زیر اثر تھے ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس چھوٹی سی لڑکی کو جھنجھوڑ کر رکھ دیتے جو ان کے زخموں پر مرہم رکھنے کے بجائے نمک پاشی کر رہی تھی۔

"وہ آپ سے شدید محبت کرتی ہیں عائش! مکمل طور پر ٹوٹ چکی ہیں۔ آپ کے سہارے کی ضرورت ہے انہیں۔" نہ چاہنے کے باوجود اس کی آواز بھیگ گئی۔

"بہت فکر ہے تمہیں دوسروں کی۔ کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ تم خود کیا چاہتی ہو اور کبھی یہ جاننے کی کوشش کی تم نے کہ میں کیا چاہتا ہوں؟"

بہت کٹیلا لہجہ تھا جو برچھی کی طرح اس کے اندر تک اتر گیا۔ اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔ انہوں نے لمحہ میں اپنے لہجے پر قابو پایا۔ یہ سچ تھا کہ اس کے آنسو انہیں اب بھی بہت تکلیف دے گئے تھے۔ چند لمحوں میں ہی انہوں نے خود کو کمپوز کیا اور پھر نرمی سے اس کے ٹیبل پر پڑے ہاتھ پر اپنا ہاتھ

رکھ دیا۔
”تم نے کبھی اپنے بارے میں سوچا ہے کہ اس کے بعد تمہارا کیا ہو گا؟“
”میں رہ لوں گی آپ کے بغیر۔“ سوں سوں کرتے وہ تیزی سے بولی۔
اس دوران وہ پہلی بار مسکرائے۔
”مگر میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔“ بالآخر انہوں نے اسے سچائی بتانے کا فیصلہ کر ہی لیا۔ وہ بری طرح چونکی تھی۔
”محبت کرتا ہوں میں تم سے۔ شدید محبت۔ اب سے نہیں بہت پہلے سے۔ جب تمہیں پہلی بار دیکھا تھا تب سے یہاں دھڑکتی ہو تم۔“ انہوں نے دل پہ ہاتھ رکھا۔ اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ یہ کیسا اقرار تھا کیسا ادراک تھا۔ کیسی آگہی اس کی من ہوتی ساعتوں میں انڈیلی گئی تھی کہ وہ سر سے پیر تک بھونچکا کر رہ گئی۔ یقین و بے یقینی کے درمیان معلق اس نے اپنے اندر جھانک کر دیکھا۔ اس کا اندر مکمل پرسکون تھا۔ جیسے وہ کچھ ایسا ہی ان کے ہونٹوں سے سننا چاہتی ہو۔ وہ اور نجانے کیا کیا کہہ رہے تھے۔
”کیسے کیسے میں تمہاری جگہ کسی اور کو دے سکتا ہوں۔ جبکہ میرے وجود کی تکمیل ہی تمہارے احساس سے ہوتی ہے۔ زندگی میں پہلی بار میں نے شدت سے اللہ کو پکارا تھا۔ صرف اور صرف تمہیں مانگنے کے لیے اور دیکھو اس نے مجھے خالی ہاتھ نہیں لوٹایا۔ جس کی لگن سچی ہوتی ہے وہ پا جاتا ہے۔ اللہ اسے کبھی خالی ہاتھ نہیں لوٹاتا۔“
وہ خود میں مگن کہہ رہے تھے اور وہ سوچ رہی تھی۔
”تو کیا میری اور بارز کی لگن میں کہیں کوئی کمی رہ گئی تھی۔“
”تم میری اولین آرزو ہو آئمہ! تمہارے بغیر میں جینے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ چلو گھر چلتے ہیں۔ بہت امتحان لے لیا تم نے میری برداشت کا۔ بہت آزما لی میری محبت، بہت فاصلے پیدا کر لیے اب اور نہیں۔ چلو آؤ گھر چلتے ہیں۔“

وہ نرمی سے بولے جب وہ آہستہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ دلکشی سے مسکرا دیے۔ اس نے خالی خالی نظروں سے ان کی طرف دیکھا اور باہر کی طرف قدم بڑھا دیے مگر پھر جب وہ اپنی گاڑی کی طرف بڑھی تو وہ حیران سے اس کے قریب آئے۔
”کیا ہوا گھر نہیں چلنا کیا؟“
”آئی ایم سوری عائش! مگر میں آپ کے ساتھ نہیں چل سکتی۔“
کھوئی کھوئی کیفیت میں کہتے اس نے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔ جبکہ وہ بت بنے کتنی دیر اس رستے پر نظریں جمائے کھڑے رہے جہاں سے اس کی گاڑی گزر گئی تھی۔ انہیں ایسے لگا جیسے وہ ان کی زندگی سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نکل کر چلی گئی ہو۔ ان کے اندر درد کی ٹیسیں اٹھنے لگیں۔ محبت ہر بڑے سے بڑے انسان کو اسی طرح حقیر بنا دیا کرتی ہے۔ وہ اپنے نڈھال قدموں کو گھسیٹتے گاڑی کی طرف بڑھے تھے۔

☼ ☼ ☼

”اریزا! آپی آپ عائش کی زندگی میں واپس جانا چاہتی ہیں؟“ شام کو وہ ان کے کمرے میں بیٹھی پوچھ رہی تھی۔
”میں تمہیں اور بارز کو ملوانا چاہتی ہوں۔“
”یہ میرے سوال کا جواب نہیں۔“ وہ سنجیدگی سے بولی۔
”یہ ہی تمہارے سوال کا جواب ہے۔“ اس نے جواب پر بھرپور زور دیتے کہا تو وہ الجھے ہوئے انداز میں اس کی طرف دیکھ کر رہ گئی پھر آہستہ سے بولی۔
”میرے اور بارز کے درمیان اب کچھ نہیں رہا۔ میں کبھی بھی بارز کی زندگی میں لوٹنا نہیں چاہوں گی۔ چاہے عائش میری زندگی میں رہیں یا نہ رہیں۔“ وہ صاف گوئی سے بولی۔ اریزا نے بری طرح چونک کر اس کی طرف دیکھا اور پھر اس کے مضمحل و پژمردہ وجود پر اس کی نظریں گڑی کی گڑی رہ گئیں۔ چند لمحوں کا ارتکاز اس پر بہت کچھ منکشف کر گیا۔

”جاننے لگی ہو تم عائش کو، ہے نا، یہی بات ہے نا اور پلیز مجھ سے جھوٹ مت بولنا مجھے پورا یقین ہے کہ ایسا ہی ہے۔“ وہ مضبوطی سے بولی۔
اس کا ٹوٹا بکھرا نڈھال وجود بہت کچھ عیاں کر رہا تھا۔ اس نے پرنم آنکھیں اٹھائیں اور اس کی آنکھوں میں ڈاکٹر عائش ملک کا ڈولتا عکس اتنا صاف شفاف ضرور تھا کہ اریزا دھیرے سے مسکرا دی۔
”پاگل لڑکی! ایک دفعہ پھر میری وجہ سے قربانی دینے چلی تھیں۔ یہ سچ ہے کہ میں عائش سے محبت کرتی ہوں مگر ان کی زندگی میں لوٹنے کے بارے میں میں نے کبھی نہیں سوچا۔ میں ان کے قابل نہیں ہوں۔ ان جیسا نائس بندہ مجھ جیسی لڑکی ڈیزرو نہیں کرتا۔“
آئمہ کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔
”پاگل..... ایک دم پاگل ہو تم بھی۔“ اس نے گلے سے لگا لیا۔ ”جو اندھا دھند اپنی خواہشوں کے پیچھے بھاگتے ہیں یہ سب تو پھر ان کے ساتھ ہوتا ہی ہوتا ہے۔ میں تو اللہ کی شکر گزار ہوں کہ اس نے میری عزت کی حفاظت کی۔ عائش بہت نائس انسان ہیں اور تم جیسی لڑکی ایسے ہی نائس بندے کو ڈیزرو کرتی ہے۔ تم دونوں ایک دوسرے کے لیے پرفیکٹ ہو۔ دیکھنا اللہ تعالیٰ نے بارز کے لیے بھی کوئی نہ کوئی بنایا ہو گا۔ جو اس کے سب دکھ سمیٹ لے گی جو اسے اتنی محبت دے گی کہ بارز اسے چاہنے پر مجبور ہو جائے گا اور میری تم فکر نہ کرو آئمہ! میں بالکل ٹھیک ہوں۔ بس مجھے ہر صورت اپنا مقام واپس لینا ہے۔ مما پاپا کے دلوں میں اپنی وہی جگہ تلاشنی ہے اور جب میں وہ جگہ تلاشنے میں کامیاب ہو گئی تو پھر ان کی پسند سے کہیں شادی بھی کر لوں گی۔“
”یہ تھوڑا مشکل تو ضرور ہے مگر ناممکن نہیں مگر جو تم کرنے چلی تھیں وہ کسی صورت ٹھیک نہیں۔ تمہارا دل ہر کسی کے لیے صاف ہے۔ میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ تمہیں اتنی خوشیاں دے کہ تمہارا دامن تنگ پڑ جائے۔“
اس نے صدق دل سے اپنی چھوٹی بہن کو دعا دی۔

آئمہ اس کے سینے سے لگی پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

☼ ☼ ☼

صبح سے ہی اس کا دل کافی بوجھل تھا۔ کہیں دل نہیں لگ رہا تھا۔ رہ رہ کر ڈاکٹر عائش ملک کا افسردہ چہرہ نظروں کے سامنے گھوم رہا تھا۔ کئی دفعہ انہیں فون کرنے کے بارے میں سوچا مگر پھر خود میں ہمت ہی نہ پائی۔ دل کا بوجھل پن جب بڑھنے لگا تو وہ قریبی پارک میں چلی آئی اور یہاں اس کی ملاقات ایک دفعہ پھر آسائش میر سے ہو گئی۔
”آپ... کیسی ہیں؟“ اس نے حیرت سے پوچھا تو وہ افسردگی سے مسکراتے ہوئے بولی۔
”آپ سنائیں آپ کیسی ہیں؟“ وہ خاموشی سے نظریں جھکا گئی۔ شاید اس سوال کا جواب دونوں کے پاس ہی نہ تھا۔
”آسائش! اگر تم بھروسہ کرو تو اپنا درد مجھ سے کہہ سکتی ہو۔“ فاصلوں کی دیوار گراتے وہ اس کے قریب ہی بیٹھ گئی۔ اس کے اپنائیت بھرے انداز کو اس نے دل سے محسوس کیا تھا نجانے کیوں مگر یہ احساس اسے بہت اچھا لگا تھا۔
”اگر میں بھی تم سے یہ ہی کہوں تو؟“
اس نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر سب کہتی چلی گئی۔ بارز عباد کا ذکر وہ جان بوجھ کر گول کر گئی۔ جس کہانی کو وہ اپنے تئیں ختم کر چکی تھی اسے کبھی دوبارہ کریدنا نہیں چاہتی تھی۔
”تمہیں اپنے شوہر کے پاس لوٹ جانا چاہیے آئمہ! اب جبکہ تم یہ بھی جانتی ہو کہ وہ تم سے کتنی محبت کرتے ہیں۔“ پوری بات سننے کے بعد اس نے مخلصانہ مشورہ دیا۔
”میں بھی واپس جانا چاہتی ہوں آسائش، مگر خود میں ہمت ہی نہیں پا رہی۔ میں نے ان کے ساتھ بہت برا کیا، آخری ملاقات میں انہوں نے جن نظروں سے مجھے دیکھا تھا وہ نظریں میں ہر وقت اپنے اردگرد محسوس کرتی ہوں۔ وہ درد بھرا تاثر... میں اب تک فراموش

نہیں کر سکی۔ وہ اس کی لپیٹ میں چمکتا یقین جسے میں جان بوجھ کر اپنے قدموں میں روند آئی۔ کیسے، کیسے ہمت کروں ان کا سامنا کرنے کی۔"

وہ نظریں جھکائے صاف گوئی سے بولی۔ اس کے گلے میں آنسوؤں کا گولا سا پھنس گیا۔

"محبت کرنے والے دوسرے کو کبھی اتنا نہیں آزماتے آئمہ! تم صرف ایک بار انہیں پکارو تو سہی۔ دیکھنا وہ دوڑے چلے آئیں گے۔"

"اسی پکار سے تو ڈر لگتا ہے۔ اگر وہ نہ آئے تو!"

اس نے اپنے اندر کا خوف بتایا۔

"ابھی بھی اگر تمہیں لگتا ہے کہ وہ تمہاری پکار پر نہیں آئیں گے تو یہ تمہاری بے وقوفی ہے اور اپنی زندگی کے اتنے خوب صورت دنوں کو خود ساختہ حماقت کی نذر کرنا اس سے بھی بڑی بے وقوفی ہے۔" وہ دلے سے مسکرائی۔ اس نے آہستہ سے سر اثبات میں ہلا دیا۔

"ہاں میں ایک کوشش ضرور کروں گی۔"

"یہ ہوئی نا بات۔" وہ ایک بار پھر سے مسکرائی۔ اس کی آنکھیں اس کی مسکراہٹ کا ساتھ ہرگز نہیں دے رہی تھیں۔ اس نے بغور ان آنکھوں کی ویرانیوں کو دیکھا اور بولی۔

"کون تھا وہ آسائش! جس کی وجہ سے تم نے اپنی حالت ایسی بنالی۔ تم چاہے جتنا مرضی مسکرا لو مگر اس کے باوجود آنکھوں کی اداسیاں چھپا نہیں پاتیں۔"

اس سے بات کر کے اسے کافی سکون محسوس ہوا تھا۔ سوچ کو نئی راہ ملی تھی۔ وہ دل سے اس اچھی لڑکی کے لیے کچھ کرنا چاہتی تھی۔

اور پھر اس نے بھی اس سے کچھ نہ چھپایا جو اسے بہت اپنی اپنی سی لگ رہی تھی۔

"یونیورسٹی میں پڑھتا تھا۔ اسی دوران مجھ پر ادراک ہوا کہ میں اس سے محبت کرنے لگی ہوں مگر کبھی کہہ نہ سکی اور شاید میری محبت میں بھی اتنی طاقت نہ تھی کہ وہ کھنچا چلا آتا۔"

پل میں اس کا چہرہ اک کرب کی لپیٹ میں آیا تھا۔ وہ اس کے درد کی گہرائی کو اچھی طرح سمجھ رہی تھی۔

"اب کہاں ہے وہ... کیا شادی کر لی؟"

"نہیں جانتی؟"

"کیا مطلب؟" وہ حیران ہوئی۔

"میں اس کے نام کے سوا کچھ نہیں جانتی اور دل کی خوش فہمی تو دیکھو اسے پورا یقین ہے کہ وہ ایک نہ ایک دن مجھے ضرور ملے گا۔"

"کیا نام ہے اس کا؟"

اور پھر جو نام اس نے لیا وہ اسے دم بخود کر گیا۔ کتنی دیر وہ متحیر سی یک ٹک اس کی طرف دیکھتی رہی۔

☆ ☆ ☆

"ہوں... تو جناب اپنی محبت کو پا کر کیسا محسوس کر رہی ہو؟" اس کے سر پر دوپٹہ سیٹ کرتے سارہ نے شرارت سے اس کے چمکتے روپ کو دیکھا۔

"اگر سچ پوچھو تو سارہ! مجھے ابھی تک اپنی خوش بختی پر یقین نہیں آ رہا۔ ایسے لگ رہا ہے جیسے میں کسی خوب صورت خواب کے زیر اثر ہوں۔ پلک جھپکوں گی تو سب ختم ہو گا۔"

"تم سچ میں آسائش ایک دم پاگل ہو۔ یہ کوئی خواب نہیں ہے۔ یہ تمہاری محبت کی سچائی ہے کامیابی ہے اور یہ سب کچھ آئمہ کی وجہ سے ہوا ہے۔ بے شک وہ تمہارے لیے ایک فرشتہ ثابت ہوئی ہے۔"

"ہاں سارہ! میں اس کا یہ احسان ساری زندگی نہ بھلا پاؤں گی۔" اس نے دل سے کہا۔

"سارہ! اگر آسائش تیار ہو گئی ہے تو اسے باہر لے آؤ۔ سب لوگ ویٹ کر رہے ہیں۔" اسی وقت آئمہ نے اندر قدم رکھا۔

"ماشاء اللہ بہت پیاری لگ رہی ہو۔" اس کے چمکتے وجود کو دیکھتے اس نے بے ساختہ سراہا۔ وہ جھینپتے ہوئے سر جھکا گئی۔ آنکھوں کی سطح بھرپور خوشی کے احساس سے بھیگنے سی لگی تھی۔

"آئمہ! میں تمہارا یہ احسان..."

"پلیز آسائش... دوست کبھی دوسرے دوست پر احسان نہیں کرتا۔"

اس نے دھیرے سے اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیا۔ "اور پلیز اب اپنی خوب صورت آنکھوں کا آنسو بہا کر بیڑا غرق مت کرنا۔" اس نے نرمی سے اس کی آنکھوں کے کونے ٹشو سے صاف کیے تو وہ مسکرا دی۔ "چلو اب سب تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔" اس نے اس کا ہاتھ تھاما جو ٹھنڈا ہو رہا تھا۔

"کیا ہوا؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔" وہ نظریں جھکاتے بولی۔

"ڈر...؟" سارہ اور وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکرا دیں۔ اس نے شاکی نظروں سے دونوں کی طرف دیکھا تو انہیں سنبھلنا پڑا۔

"یار اب اس میں ڈرنے کی کیا بات ہے بلکہ تمہیں تو خوش ہونا چاہیے۔ کیونکہ تم اپنی محبت کو پانے جا رہی ہو اور محبت کو پانا ایک اعزاز ہے جو سب کے نصیب میں نہیں ہوتا۔"

وہ اس کے خوب صورت روپ کو نظروں میں سموتے ہوئے بولی تو اس نے اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔ وہ تینوں مسکراتے ہوئے بہت اعتماد سے باہر کی طرف بڑھی تھیں۔

وہ کب سے عائش کا نمبر ٹرائی کر رہی تھی مگر وہ ریسیو ہی نہیں کر رہے تھے۔ اس کی جھنجلاہٹ اب تشویش میں بدلنے لگی۔

"آئمہ! رسم شروع ہونے والی ہے اور عائش بیٹا ابھی تک نہیں آیا۔ تم نے فون تو کیا تھا نا؟" اسی وقت مما مصروف سے انداز میں اس کے قریب آئیں۔

"جی مما! کب سے ٹرائی کر رہی ہوں شاید ہسپتال میں مصروف ہیں۔" اپنے سیل کو دیکھتے ہوئے وہ آہستہ سے بولی۔

"او کے۔ ایسا کرو تم ٹرائی کرتی رہو۔ جیسے ہی نمبر ملے اسے پہنچنے کے لیے فوراً کہو۔"

وہ اسے ہدایت دیتے اسٹیج کی طرف بڑھ گئیں۔ بے دلی سے اسٹیج کی طرف بڑھتے ہوئے اس کی نظر جیسے ہی آسائش کی طرف جھک کر بات کرتے بازو پر پڑی تو اس کے چہرے کے تاثرات پل میں بدلے تھے۔

"میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے بازو! کہ وہ آپ کو اتنی خوشیوں سے نوازے کہ آپ کا دامن کم پڑ جائے۔ آپ ماضی کی تمام تشنگیاں بھول جاؤ۔ اللہ آپ دونوں کو تمام عمر خوش رکھے۔ آمین۔" بہت مطمئن اور آسودہ انداز میں اس نے تہہ دل سے دونوں کو دعا دی۔

اور پھر انگیجمنٹ سے تھوڑی دیر پہلے ہی ڈاکٹر عائش ملک کی آمد نے اسے ہر طرح سے ہلکا پھلکا کر دیا۔ بے اختیار ہی اس نے پرسکون سانس ہوا میں خارج کیا۔

سب کی تالیوں کی گونج میں بازو عباد نے آسائش میر کو اپنے نام کی انگوٹھی پہنائی تھی۔ دونوں کے چہروں پر دھیمی سی مسکراہٹ بہت بھلی معلوم ہو رہی تھی۔

ہر طرف خوشیاں تھیں، قہقہے تھے۔ وہیں ایک وجود ایسا بھی تھا جو ایک کونے کھڑا ماضی کی بھول بھلیوں میں کھویا ہوا تھا۔

آزل اور اس کے انکل نے اسے دھوکا دیا تھا۔ کون سی فلم اور کیسی فلم۔ لیکن جب تک اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا بہت دیر ہو چکی تھی۔ کس طرح عزت بچا کر وہ ان کے شکنجے سے نکلی تھی یہ صرف وہی جانتی تھی۔ دوستی پر سے اس کا اعتماد اٹھ چکا تھا۔ وہ گھر لوٹنا چاہتی تھی مگر وہ خود میں ہمت نہیں پا رہی تھی آخر کس منہ سے گھر لوٹتی۔ زندگی تو اس نے کسی طرح جینا ہی تھی سو ایک دوست کی مدد سے قریبی اسکول میں جاب کر لی پھر دوست کے بے حد اصرار پر بھی وہ ہاسٹل شفٹ ہو گئی تھی۔ مگر پھر میڈم کا بیٹا اس کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گیا۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے اس کی مدد کی اور وہ پھر سے اپنوں میں لوٹ آئی۔

"میری ایک غلطی نے آپ کو بہت دکھ دیا ہے مگر آپ کو دکھی کر کے خوش میں بھی نہیں رہی۔ لوگوں کے بہت سے بھیانک رویوں کو بھگت چکی ہوں۔ میں

آپ سے وعدہ کرتی ہوں کہ آئندہ میری طرف سے آپ کو کسی شکایت کا موقع نہیں ملے گا۔" آنکھوں سے بہنے والے آنسوؤں کو صاف کرتے اریزا نے کچھ دور بیٹھے مما پاپا کی طرف دیکھ کر بے ساختہ سوچا اور پھر ان کی طرف بڑھ گئی۔

☼ ☼ ☼

"سنیں!" وہ تیزی سے پورچ کی طرف بڑھ رہے تھے جب اپنے پیچھے ابھرتی پکار پر بے ساختہ پلٹے اور پھر اس کے ہاتھ میں بیگ دیکھ کر چند لمحوں کے لیے حیرت زدہ رہ گئے۔

"کیا مجھے یہیں چھوڑ کر چلے جائیں گے؟" وہ ان کے قریب آتی بولی۔

وہ چونکے کچھ لمحوں کے لیے نظریں اس کے چہرے پر ہی جمی رہیں پھر آہستہ سے جھکے اور خاموشی سے اس کا بیگ تھام کر گاڑی کی طرف بڑھ گئے۔ ان کے پیچھے آتے ہوئے وہ ہولے سے مسکرا دی۔

اس کی نظریں بار بار ان کے سنجیدہ چہرے کی طرف اٹھ رہی تھیں۔ ان کے چہرے پر کسی قسم کا کوئی ریسپانس نہ دیکھتے ہوئے کبھی تو وہ کھڑکی سے باہر دیکھنے لگتی اور کبھی بے وجہ ہی انگلیاں چٹخانے لگتی۔

پورے سفر کے دوران انہوں نے ایک دفعہ بھی اس کی طرف نہ دیکھا تھا۔ اس کی آنکھیں بار بار بھیگ رہی تھیں۔

"یہ تو بہت ہی ناراض لگ رہے ہیں۔" گاڑی جیسے ہی اندر داخل ہوئی وہ خاموشی سے اتر کر کمرے کی طرف بڑھ گئے۔ کتنی دیر وہ وہیں بیٹھی کمرے میں جانے کے لیے ہمتیں مجتمع کرتی رہی۔

"مگر اسی طرح منہ پھلانا تھا تو گھر سے لے کر کیوں آئے تھے۔" آہستہ سے بڑبڑاتے ہوئے وہ اندر کی طرف بڑھ گئی۔

مما کے کمرے میں جھانک کر دیکھا وہ سو رہی تھیں۔ کچھ دنوں سے انہیں بخار تھا اسی وجہ سے وہ فنکشن میں بھی نہ آسکیں۔ اس نے آہستہ سے ان کے ماتھے کو چھوا جو ٹھنڈا تھا۔ مطمئن ہوتے وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

وہ کمرے میں نہیں تھے۔ اس کی مضطرب نظروں نے پل میں پورے کمرے کا جائزہ لے ڈالا۔ اسی وقت وہ اسے سلیپنگ گاؤن میں ملبوس ڈریسنگ روم سے نکلتے ہوئے نظر آئے۔ اس کی طرف تو سرسری انداز میں بھی نہ دیکھا اور خاموشی سے بیڈ کی طرف بڑھ گئے۔ وہ وہیں کھڑی ہونٹ چباتی رہی۔ آنسو پلکوں کی باڑ پھلانگ کر باہر آنے کو مچلنے لگے۔ ان کی بے نیازی اسے اندر تک تڑپا گئی تھی۔

پلکیں جھپک جھپک کر آنسو پینے کی کوشش میں جیسے وہ نڈھال سی ہو گئی۔ اسی وقت ان کی نظر اس کی طرف اٹھی تھی۔ کمرے کے وسط میں کھڑے اس کے افسردہ وجود کو وہ زیادہ دیر نظر انداز نہ کرسکے۔ بیڈ سے اتر کر اس کے روبرو آکھڑے ہوئے اور پھر دونوں بازو سینے پر باندھ کر خاموشی سے اس کے سرخ چہرے کو دیکھنے لگے جو ان کی گہری نظروں کے ارتکاز پر سر جھکاتی جوتی کی نوک سے قالین کھرچنے لگی۔

"جو کہنا چاہتی ہو صاف کہہ دو۔ میں تمہارا فیصلہ تمہارے منہ سے ادا ہونے والے لفظوں میں ڈھونڈنا چاہتا ہوں۔" وہ بہت نرمی سے بولے تھے جب اس نے بھیگی پلکیں اٹھائیں۔

"آئی ایم سوری۔" بہت مشکل سے وہ بس اتنا ہی کہہ سکی۔

"فار واٹ؟" انہوں نے اسی سکون سے پوچھا جب اس نے شاکی نظریں اٹھائیں۔

"میں نے آپ کو ہرٹ کیا۔" بالآخر اسے اپنے منہ سے کہنا پڑا۔

"ہوں تو تمہیں اس بات کا احساس ہے کہ تم نے مجھے ہرٹ کیا۔" وہ مبہم سے انداز میں گویا ہوئے۔ ان کا یہ اجنبی انداز سہنا اس کے لیے مشکل ترین ہوتا جا رہا تھا۔ کچھ کہنے کی کوشش میں اس کے ادھ کھلے لب فقط پھڑپھڑا کر رہ گئے۔

"بہت بار خوش فہمیوں کو پالتے ہوئے میں تمہاری طرف بڑھ چکا ہوں اور ہر دفعہ میرے وجود کو بوجھ سمجھتے ہوئے تم میرا ہاتھ جھٹک چکی ہو مگر اب۔"

"یہ غلط ہے' سراسر الزام۔" وہ احتجاجاً تیزی سے بولی۔ ان کی بات درمیان میں ہی رہ گئی۔

"کیا غلط ہے؟" وہ اسے بغور دیکھنے لگے۔

"آپ کا وجود میرے لیے کبھی بوجھ نہیں رہا۔ یہ آپ کی خود ساختہ سوچ ہے اور کبھی بھی میں نے آپ کا ہاتھ نہیں جھٹکا۔" اس نے اپنا دفاع کرنے کی موہوم سی کوشش کی۔

"اچھا تو پھر ہر دفعہ میرے قریب آنے پر تمہارے چہرے پر ہوائیاں کیوں اڑنے لگتی تھیں۔ مجھ سے فرار کیوں چاہنے لگتی تھیں؟" وہ ڈپٹتے ہوئے پوچھ رہے تھے۔

جب وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر سسک پڑی۔ وہ لب بھینچتے ہوئے کچھ دیر اس کے سسکتے وجود کو دیکھتے رہے پھر آہستہ سے اس کے دونوں ہاتھ چہرے سے ہٹاتے بولے۔

"میں تمہارے ساتھ کبھی بھی زبردستی نہیں کرنا چاہتا۔ آج بھی میرے لیے تمہارا فیصلہ مقدم ہے۔ مجھے اس الجھن سے نکالو اور پلیز صاف صاف بتاؤ کہ تم کیا چاہتی ہو۔ اگر تم یہ چاہتی ہو کہ میں اریزا سے شادی کرلوں تو یہ ناممکن ہے۔ میں اسے کسی صورت بھی اپنی زندگی میں شامل نہیں کرسکتا اور اگر تم یہ چاہتی ہو کہ میں تمہیں چھوڑ دوں تو جب تک زندہ ہوں ایسا نہیں ہوگا ہاں میری موت کے بعد۔"

بہت تیزی سے اس نے ان کے ہونٹوں پر اپنا ہاتھ رکھا تھا اور پھر بھیگی آواز میں بولی۔

"اگر میں ایسا کچھ چاہتی تو آپ کے ساتھ کبھی نہ آتی۔ بہت ذہین بنے پھرتے ہیں مگر اتنی سی بات نہیں سمجھتے کہ اگر میں آئی ہوں تو کیوں۔"

اس نے خفگی سے ان کی طرف دیکھا۔ آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر گالوں پر پھسل رہے تھے۔ وہ بھرپور انداز میں چونکے اور پھر اس کی پرنم آنکھوں میں اپنا عکس دیکھتے ہوئے پہلے حیران ہوئے اور پھر ہلکے پھلکے ہوتے جیسے سے مسکرا دیے۔ اس کی آنکھوں کا بھیگا تاثر ان کے اندر تک خوشی و سرمستی کی لہر دوڑا گیا۔ ان پر بہت کچھ منکشف ہو چکا تھا۔ جس لمحے کا انتظار انہوں نے دل کی تمام تر شدتوں سے کیا تھا وہ لمحہ ان کی زندگی میں آچکا تھا۔ ان کا دل ان کے سینے کے اندر زور زور سے پھڑپھڑانے لگا۔

انہوں نے اپنے دونوں بازو وا کر دیے اور اس نے خود کو ان کی بانہوں میں سونپنے میں لمحہ لگایا تھا اور پھر تحفظ بھرا حصار قائم ہوتے ہی وہ ان کے سینے پر سر رکھتے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

"آئی ایم سوری یار۔۔۔! میں سمجھ نہیں سکا۔" اس کے بالوں پر ہونٹ رکھتے ہوئے وہ شرارت سے بولے تھے جب اس نے آہستہ سے گردن اٹھائی۔

"میں اپنی ساری زندگی آپ کے ساتھ گزارنا چاہتی ہوں عاشر!"

اتنا دلفریب اظہار۔۔۔ وہ اندر تک سرشار ہو گئے۔ وہ مسکرائے تھے اور پھر مسکراتے چلے گئے۔ کتنی انوکھی اور خوب صورت ہنسی تھی ان کی۔ اس کی پلکوں پر آنسو ٹھہر گئے۔ وہ موتیوں کی طرح چمکتے ان کے دانتوں کو یک ٹک دیکھنے لگی۔ وہ آہستہ سے جھکے اور پھر اس کی پیشانی پر مہر محبت ثبت کر دی۔ اس کی محویت کیا ٹوٹی نظریں جھکتی چلی گئیں اور پھر پلکوں کی باڑ پر لڑکھڑاتا آنسو گالوں پر پھسل آیا۔ انہوں نے بہت نرمی سے اس آنسو کو اس کے نازک گال سے ہٹایا تھا۔

"میں تمہاری آنکھوں میں آئندہ کبھی آنسو نہ دیکھوں۔ تمہارے یہ آنسو مجھے بہت تکلیف دیتے ہیں۔ مجھ سے وعدہ کرو آئندہ تم کبھی نہیں روؤ گی۔" انہوں نے مضبوط ہتھیلی پھیلائی تو اس نے شرماتے گھبراتے اپنا ہاتھ ان کی چوڑی ہتھیلی پر رکھ دیا۔